ختمِ نبوّت

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

ادارۂ اسلامیات ○ لاہور

عرضِ ناشر

ختمِ نبوّت کے موضوع پر یوں تو ہر دور میں، اور اس دور میں خصوصاً، کافی تعداد میں چھوٹی بڑی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ جنہوں نے اس موضوع پر قادیانیوں کی جانب سے پیدا کئے جانے والے شبہات کا علمی طور پر خاتمہ کر دیا ہے۔

لیکن ان گنت کتابوں میں سے خاص طور پر جن کتابوں کو قبولیت عامہ نصیب ہوئی۔ اُن میں سے ایک زیرِ نظر کتاب ہے۔

یہ کتاب بیتھو طباعت پر چھپتی رہی ہے۔ اب ادارہ عکسی طباعت کے ساتھ مزید جاذبِ نظر انداز سے اُسے پیش کر رہا ہے۔ اُمید ہے کہ معنوی خوبیوں کے ساتھ ساتھ ظاہری زیبائش۔ اس کتاب کی قبولیت میں مزید اضافہ کرے گی۔

ناشرین

اشرف برادرز۔ لاہور

تمہید

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَعَلَیْنَا مَعَھُمْ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ:۔ بندۂ نابکار و گنہ گار محمد ادریس کاندھلوی کان اللہ لہ و کان ہو للہ (آمین) اہل اسلام کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ ختم نبوّت کا عقیدہ ان اجماعی عقائد میں سے ہے کہ جو اسلام کے اصول اور ضروریاتِ دین میں شمار کیے گئے ہیں اور عہد نبوت سے لیکر اسوقت تک ہر مسلمان اس پر ایمان رکھتا آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلا کسی تاویل اور تخصیص کے خاتم النبیین ہیں اور یہ مسئلہ قرآن کریم کی صریح آیات اور احادیثِ متواترہ اور اجماعِ امّت سے ثابت ہے۔ جس کا منکر قطعًا کافر مانا گیا ہے اور کوئی تاویل و تخصیص اس بارہ میں قبول نہیں کی گئی۔

امتِ محمدیّہ میں سب سے پہلا اجماع جو ہوا وہ اسی مسئلہ پر ہوا کہ مدّعی نبوت قتل کیا جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخیر زمانہ میں مسیلمۂ کذّاب نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ صدیق اکبرؓ نے خلافت کے بعد سب سے پہلا کام جو کیا وہ یہ تھا کہ مسیلمہ کذاب کے قتل اور اس کی امت کے مقابلہ اور مقاتلہ

کے لیئے خالد بن الولیدؓ سیف اللہ کی سرکردگی میں صحابہ کرام کا ایک لشکر روانہ کیا۔ اس بارے میں نہ کسی نے تردّد کیا اور نہ کسی نے یہ سوال کیا کہ مسیلمہ کس قسم کی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ مستقل نبوت کا مدعی ہے یا ظلی اور بروزی نبوت کا مدعی ہے اور نہ کسی نے مسیلمہ سے اس کی نبوت کے دلائل و براہین پوچھے اور نہ معجزات کا مطالبہ کیا۔ صحابہ کرام کا لشکر مسیلمہ کذاب سے جہاد کے لیئے یمامہ روانہ ہوا۔ اس مقابلہ اور معرکہ میں جو لوگ مسیلمہ کے ساتھ میدان کارزار میں آئے تھے ان کی تعداد چالیس ہزار مسلح جوانوں کی تھی جن میں سے اٹھائیس ہزار مارے گئے اور مسیلمہ بھی مارا گیا۔ باقیماندہ لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ خالد بن الولید بہت سا مال غنیمت لے کر مظفر و منصور مدینہ واپس آئے۔

یہاں ایک امر قابلِ غور ہے وہ یہ کہ صدیق اکبرؓ نے اس نازک وقت میں مدعی نبوت اور اس کی اُمت سے جہاد و قتال کو یہود اور نصاریٰ اور مشرکین سے جہاد و قتال پر مقدم سمجھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ مدعی نبوت اور اس کی امت کا کفر یہود اور نصاریٰ اور مشرکین کے کفر سے بڑھا ہوا ہے۔ عام کفار سے صلح ہو سکتی ہے ان سے جزیہ قبول کیا جا سکتا ہے مگر مدعی نبوت سے نہ کوئی صلح ہو سکتی ہے اور نہ اس سے کوئی جزیہ قبول کیا جا سکتا ہے۔ اس وقت اگر آج کل جیسے سیاسی لوگ ہوتے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مشورہ دیتے کہ باہمی تفرقہ مناسب نہیں۔ مسیلمہ کذاب اور اُس کی امت کو ساتھ لے کر یہود اور نصاریٰ کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ حضرت مولانا الشاہ سید محمد انور کشمیری قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ مسیلمہ کذاب اور مسیلمۂ پنجاب کا کفر فرعون کے کفر سے بڑھ کر ہے۔

اس لئے کہ فرعون مدعی الوہیت تھا اور الوہیت میں کوئی التباس اور اشتباہ نہیں ادنیٰ عقل والا سمجھ سکتا ہے کہ جو شخص کھاتا اور پیتا اور سوتا اور جاگتا اور ضروریاتِ انسانی میں مبتلا ہوتا ہے وہ خدا کہاں ہو سکتا ہے؟ مسیلمہ مدعیٔ نبوت تھا اور انبیاء کرام جنس بشر سے تھے اس لئے ظاہری بشریت کے اعتبار سے سچے نبی اور جھوٹے نبی میں التباس ہو سکتا ہے اس لئے مدعی نبوت کا فتنہ مدعی الوہیت کے فتنہ سے کہیں اہم اور اعظم ہے اور ہر زمانہ میں خلفاء اور سلاطین اسلام کا یہی معمول رہا کہ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اسی وقت اس کا سر قلم کیا۔

اہل حق نے اس فتنہ کے استیصال کے لئے جو سعی اور جدوجہد ممکن تھی اس میں دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح مدعی نبوت سے جہاد بالسیف والسنان تو اربابِ حکومت کا کام ہے اور جہاد قلمی اور لسانی یہ علمائے حق کا کام ہے۔ سو الحمد للہ علمائے اس جہاد میں کوئی کوتاہی نہیں کی تقریر اور تحریر سے ہر طرح سے مدعی نبوت کا مقابلہ کیا۔ مسلمانوں کی اب دلی تمنائیں اور دعائیں یہ ہیں کہ اے پروردگار تو نے اپنی رحمت سے یہ اسلامی حکومت (پاکستان) عطا فرمائی۔ اب ہم کو کوئی ایسا امیر عطا فرما کہ جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح پاکستان کو مسیلمۂ قادیان اور اسود ہندی کے فتنہ سے پاک فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ کوئی امیر اس سنت کو زندہ تو کر کے دیکھے انشاء اللہ ثم انشاء اللہ ابوبکرؓ کی طرح دنیا ہی میں اپنی آنکھوں سے عزت ہی عزت دیکھے گا اور آخرت کی عزتیں اس کے سوا ہیں جو وہم و گماں سے بھی بالا اور برتر ہیں۔

ختم نبوت کے موضوع پر علماء نے بہت سی مختصر اور مفصل کتابیں تحریر

فرمائیں جس میں سب سے زیادہ مفصل اور جامع اور محکم کتاب مخدوم و مکرم محب محترم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی سابق مفتی دارالعلوم دیوبند کی تالیف لطیف ہے جس کے تین حصے ہیں۔ ختم النبوۃ فی القرآن، ختم النبوۃ فی الحدیث ختم النبوۃ فی الآثار۔ تمام مسلمانوں سے میری استدعا ہے کہ اس کتاب کو ضرور دیکھیں نہایت جامع اور مفید کتاب ہے۔

ہر زمانہ میں علماء کا طریق رہا ہے کہ ایک ہی موضوع پر ہر عالم اپنے اپنے علم کے مطابق کتاب تالیف کرتا رہا اور ہر ایک نے بارگاہِ خداوندی سے علی حسب المراتب اجر حاصل کیا۔ حضرات اہل علم متون حدیث اور شروح حدیث اور کتب تفاسیر پر ایک اجمالی نظر ڈالیں بلاشبہ سب کی سب ۔

عباراتنا شتی و حسنک واحد
وکل الی ذاک الجمال یشیر

(ہماری عبارتیں مختلف ہیں اور تیرا حسن ایک ہے، مگر ہر عبارت اس حسن و جمال کی طرف اشارہ کرتی ہے۔)

کا مصداق ہیں ع

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

اس لئے اس ناچیز نے ارادہ کیا کہ جو جماعت اس وقت مدعی نبوت اور اس کی اُمت سے جہاد لسانی اور قلمی میں مصروف ہے اس ناچیز کا شکستہ قلم بھی اس جماعت کے ساتھ اسی میدان میں پہنچ جائے۔

مجاہدین کی معیت موجب صد خیر و برکت اور باعث نزول رحمت ہے

خصوصاً جب کہ یہ ناچیز نسباً والد محترم کی جانب سے صدیقی اور والدۂ مکرمہ کی جانب سے فاروقی ہے اسلئے اس خیال نے اور بھی قلب کو ختم نبوت کے موضوع پر قلم اٹھانے کے لئے جوش دلایا حق تعالیٰ شانہٗ کی توفیق اور تیسیر کی دست گیری سے یہ ایک مختصر رسالہ لکھا جس میں ایک خاص التزام کیا وہ یہ کہ ختم نبوت کے دلائل میں آیات اور احادیث دونوں کو ساتھ ملا کر بیان کیا ہے اس لئے کہ بسا اوقات قرآن کریم میں کسی شئے کی طرف اجمالی اشارہ ہوتا ہے جس پر بسا اوقات تنبہ نہیں ہوتا اور حدیث میں اس کی تفصیل ہوتی ہے اس لئے دلائل کے سلسلے میں پہلے آیت کو نقل کیا جس میں ختم نبوت کی طرف اجمالی اشارہ تھا اور اس کے بعد متصلاً حدیث شریف کو ذکر کیا جس میں اُس اجمالی اشارہ کی توضیح اور تشریح تھی اب آیت اور حدیث کے یکجا ہو جانے سے اہلِ علم اور اہلِ فہم کو تنبہ ہو جائیگا۔ کہ یہ آیت کس طرح ختم نبوت کی طرف اشارہ کر رہی ہے اور نیز آیت اور حدیث کے یکجا ہونے سے ناظرین پر یہ بھی واضح ہو جائیگا کہ حدیث کس طرح قرآن کریم کی تفسیر ہے۔ حق جلّ شانہٗ کا ارشاد ہے۔

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ۔ — اور ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے لئے اس کی توضیح اور تفسیر فرمائیں۔

شیخ محی الدین بن عربیؒ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم اگرچہ عرب کی زبان میں اُترا لیکن رسول کے بیان کی ضرورت اسلئے ہوئی کہ ہر کلام میں کچھ نہ کچھ اجمال ضرور ہوتا ہے اسی وجہ سے کتابوں کی شرح اور ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کی ضرورت ہوئی اس لئے حق تعالیٰ نے فقط کتب الٰہیہ اور صحف سماویہ

کے اتارنے پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ انبیاء کے بیان اور تفسیر کو بھی اُن کے ساتھ ملایا پس حضرات انبیاء کتاب الٰہی کے مجملات کی تفصیل اور بیان میں حق تعالےٰ شانہٗ کے قائم مقام ہیں۔ کذا فی الیواقیت و الجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۲ مبحث ۳۳۔

لہٰذا آیت کی سب سے زیادہ مستند اور معتبر تفسیر وہی ہو گی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہو گی یہ کیسے ممکن ہے کہ جس پر آیت کا نزول ہو وہ تو آیت کے معنی نہ سمجھے اور قادیان کا ایک دہقان کہ جو بدعقل اور بدفہم ہونے کے علاوہ عربی زبان سے بھی کما حقہٗ واقف نہ ہو وہ آیت کا مطلب سمجھ جائے۔ نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام تو آیت کا مطلب نہ سمجھیں اور متنبی قادیان کے کوٹ پتلون والے صحابہ آیت کا صحیح مطلب سمجھ جائیں۔

حضرت الاستاذ مولانا الشاہ السیّد محمد انور قدس اللہ سرہٗ نے وفات سے چند روز پیشتر فارسی زبان میں ایک مختصر رسالہ خاتم النبیّین کے نام سے تحریر فرمایا جس میں آیۂ خاتم النبیّین کی تفسیر فرمائی اور عجیب تفسیر فرمائی۔ ناچیز نے اس رسالہ کے لطائف اور معارف اپنی اس تالیف میں لے لئے ہیں۔ اور مسک الختام فی ختم النبوۃ علی سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام اسکا نام رکھا ہے۔

حق تعالےٰ شانہٗ سے ملتجی ہوں کہ وہ اس تالیف کو قبول فرمائے رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝

دلیل اوّل

قال اللہ عزوجل مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِكُمۡ وَلٰكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمًا ۝

ترجمہ:۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن اللہ کے رسول اور سب پیغمبروں کی مہر یعنی آخری نبی ہیں اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا۔

شانِ نزول زمانۂ جاہلیت سے عرب میں یہ رسم چلی آتی تھی کہ متبنّیٰ یعنی منہ بولے بیٹے کو حقیقی اور نسبی بیٹے کے بمنزلہ سمجھتے تھے کہ جس طرح حقیقی بیٹے کے مرجانے یا طلاق دینے کے بعد باپ کے لئے بیٹے کی بیوی سے نکاح حرام ہے اسی طرح متبنیٰ کے مرجانے یا اس کے طلاق دینے کے بعد متبنیٰ کی بیوی سے باپ کے لئے نکاح حرام ہے۔

زید بن حارثہ جو اصل میں شریف النسب تھے بچپن میں کوئی ظالم ان کو پکڑ کر لے گیا اور غلام بنا کر ان کو مکہ مکرمہ کے بازار میں فروخت کر گیا۔ حضرت خدیجہ نے زید کو خرید لیا اور کچھ روز بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا جب ہوشیار ہو گئے اور تجارتی سفر کے سلسلے میں اپنے وطن کے قریب سے گذرے تو بعض اقارب کو پتہ بالآخر ان کے والد اور ان کے بھائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ معاوضہ لے کر زید کو ہمارے حوالے کر دیا جائے آپ نے ارشاد فرمایا کہ معاوضہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر خوشی سے تمہارے

ساتھ جانا چاہے تو میری جانب سے بالکل اجازت ہے۔ باپ اور چچا نے زید سے دریافت کیا، زید نے کہا میں آپؐ سے جُدا ہونا نہیں چاہتا۔
سبحان اللہ ؎

اسیرش نخواہد رہائی زبند　　شکارش نجوید خلاص از کمند

آپ مجھے اولاد سے بڑھ کر عزیز رکھتے ہیں اور باپ سے زیادہ مجھ سے محبت فرماتے ہیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کو آزاد کر دیا اور اپنا متبنیٰ بنا لیا۔ عرب کے دستور کے مطابق تمام لوگ زید کو، زید بن محمد کہہ کر پکارنے لگے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ ۝ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ

اور نہیں بنایا اللہ نے تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے، یہ محض تمہاری بات ہے جو اپنے منہ سے کہتے ہو اللہ ہی حق کہتا ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ لے پالکوں کو اُن کے باپ کی طرف نسبت کر کے پکارا کرو اللہ کے نزدیک یہی ٹھیک انصاف ہے۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد صحابہؓ نے ان کو زید بن محمد کہنا چھوڑ دیا۔ زید بن حارثہ کہنے لگے۔ بعد ازاں حضرت زید کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ سے ہوا۔ مگر جب کسی طرح موافقت نہ ہوئی تو حضرت زید نے حضرت زینبؓ کو طلاق دیدی۔ حضرت زید کے طلاق دید ینے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم خداوندی حضرت زینبؓ سے نکاح

فرمایا تاکہ جاہلیت کی رسم ٹوٹے اور لوگوں کو یہ مسئلہ معلوم ہوجائے کہ متبنّٰی کی بیویوں سے نکاح حلال ہے اور آئندہ کسی مسلمان کو اس میں کسی قسم کا انقباضِ خاطر نہ رہے۔

آپؐ کا نکاح فرمانا تھا کہ جاہلوں اور منافقوں نے طعن شروع کیا کہ اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ط وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْئٍ عَلِیْمًا ٥

جس میں ان کے طعن کا جواب دیا گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے نسبی اور حقیقی باپ نہیں کہ وہ شخص آپ کا نسبی اور صلبی بیٹا ہو اور اس کی بیوی سے آپ کا نکاح حرام ہو اور قاسم اور طیّب وطاہر اور ابراہیم بچپن میں ہی وفات پاگئے اُن کے بڑے ہونے کی نوبت نہیں آئی کہ ان کو رَجُل یعنی مرد کہا جاتا اس لیئے آیت شریفہ میں مِنْ رِجَالِکُمْ فرمایا اور من ذکرکم یا من ابناء کم یا من اولادکم نہیں فرمایا۔ لہذا جب زید آپؐ کے نسبی بیٹے نہ ہُوئے تو ان کی مطلقہ سے بلاشبہ نکاح جائز ہوگا اور اس پر طعن کرنا سراسر نادانی ہوگی۔ غرض یہ کہ آپؐ نسبی حیثیت سے کسی کے باپ نہیں لیکن روحانی حیثیت سے آپؐ سب ہی کے باپ ہیں اس لیئے کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور رسول امت کا روحانی باپ ہوتا ہے جیسا کہ ایک قرأت میں ہے وازواجہ امہاتھم وھو اب لھم اور اس اعتبار سے سب آپؐ کے روحانی بیٹے ہیں اور اس روحانی ابوّت میں آپ تمام پیغمبروں سے

بہتر اور برتر ہیں۔ اس لیئے کہ آپ تمام نبیوں کی مہر اور آخری پیغمبر ہیں قیامت تک آپ کی نبوت اور آپ ہی کی روحانی ابوّت کا دور دورہ رہیگا۔ یہ ہرگز نہ ہوگا کہ آپ کے بعد اور کوئی نبی مبعوث ہو اور اُمت آپ کے ظل عاطفت سے نکل کر اس جدید نبی کی زیر ابوّت اور زیر تربیت آجائے ظاہری حیثیت سے اگرچہ حضرت آدم پہلے نبی اور پہلے رسول ہیں مگر روحانی اور نورانی حیثیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب سے پہلے نبی اور سب سے پہلے رسول ہیں۔ سب سے پہلے آپ ہی کا نور پیدا ہوا۔ آدم علیہ السلام کا ابھی خمیر ہی تیار ہو رہا تھا کہ روحانی طور پر آپ نبی ہو چکے تھے۔ غرضیکہ روحانی طور پر تو آپ پہلے روحانی باپ ہیں اور ظاہری طور پر آپ ہی تمام عالم کے لیئے قیامت تک روحانی باپ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کی مصلحت کو خوب جانتا ہے جو حکم دیتا ہے وہ سراسر حکمت اور مصلحت ہی ہوتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اخیر زمانے میں اُمتی ہونے کی حیثیت سے آئینگے اُن کی آمد نبی ہونیکی حیثیت سے نہ ہوگی۔ تمام عمل درآمد شریعتِ محمدیہ ہی پر ہوگا۔ شریعتِ عیسویہ پر عمل نہ ہوگا بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا علامت اس بات کی ہے کہ انبیاء کے تمام افراد و اشخاص ختم ہو چکے اس لیئے پہلے نبی کو لانا پڑا۔ اس آیت شریفہ کا مقصود اس امر کا اعلان کرنا ہے کہ نبوت آپؐ پر ختم ہو گئی۔ گذشتہ زمانہ میں یکے بعد دیگرے انبیاء آتے رہے مگر آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور جس آخری نبی کی انبیاء کرام پیشین گوئی کرتے آئے اور لوگ اُس آخری نبی کے منتظر رہے اس آیت میں اس کا اعلان کر دیا گیا کہ وہ آخری نبی جس کا انتظار تھا وُہ آچکا

اب اس کے بعد کوئی نبی منتظر نہیں رہا۔ یہی وہ آخری نبی ہیں جن کا لوگوں کو انتظار تھا۔

قرآن کریم نے جا بجا یکے بعد دیگرے انبیاء کے آنے کی اور سلسلہ نبوت کے جاری رہنے کی اور یکے بعد دیگرے انبیاء و رسل کے آنے کی اطلاع دی ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آکر ختم نبوت کا اعلان فرما دیا۔ اگر حضورؐ کے بعد بھی سلسلۂ نبوت کا جاری ہوتا تو ختم نبوت کے اعلان کی بجائے بقاء نبوت کی اطلاع دی جاتی اور یہ بتلایا جاتا کہ انبیاء سابقین کی طرح آپ کے بعد بھی انبیاء و رسل آئیں گے بلکہ قرآن اور حدیث نے یہ اعلان کر دیا کہ آپ آخری نبی ہیں اور آپ کی امت آخری اُمت ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ آپ کسی کے جسمانی باپ نہیں بلکہ روحانی باپ ہیں اور روحانی باپ کسی ایک دو کے نہیں بلکہ تمام عالم کے روحانی باپ ہیں اور نکاح کی حلت و حرمت کا دار و مدار جسمانی ابوت پر ہے۔ روحانی ابوت پر نہیں۔ روحانی ابوت پر عظمت و حرمت و شفقت و عنایت کے احکام مرتب ہوتے ہیں۔ مثلاً استاذ اور پیر روحانی باپ ہیں اور شاگرد اور مرید روحانی بیٹا ہے مگر نکاح کی حلت و حرمت کے احکام یہاں جاری نہیں ہوتے۔

آیت مذکورہ کے پہلے جملہ میں ابوت جسمانیہ کی نفی فرمائی اور دوسرے جملہ میں یعنی وَلٰكِن رَّسُولَ اللّٰهِ میں ایک شبہ کا ازالہ فرمایا جو پہلے جملہ سے پیدا ہوتا تھا وہ یہ کہ ابوت کی نفی سے شفقت کی نفی کا شبہ ہوتا تھا کہ شاید جب ابوت منتفی ہو گئی تو شفقت پدری جو ابوت کا خاصہ لازمہ ہے۔ وہ بھی

منتفی ہو جائے تو ارشاد فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے ساتھ جسمانی ابوت کا علاقہ نہیں لیکن علاقہ نبوت و رسالت ہے اور رسول امت کا روحانی باپ ہوتا ہے جو شفقت اور عنایت میں جسمانی باپ سے کہیں بڑھ کر ہوتا ہے اور چونکہ بیٹا باپ کا وارث ہوتا ہے اس لیئے اثبات ابوّت توریث نبوّت کو موہم تھی اس لیئے شبہ کے ازالہ کے لیئے وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ کا لفظ بڑھایا کہ امت اگرچہ آپ کی روحانی اولاد ہے مگر منصب نبوت کی وارث نہ ہوگی۔ منصب نبوت آپ پر ختم ہو گیا۔ امت میں کوئی شخص بھی قیامت تک اس منصب کا وارث نہ ہوگا۔ البتہ امت کے علماء و صلحاء کمالاتِ نبوّت کے وارث ہونگے مگر منصب نبوت کا کوئی وارث نہ ہوگا۔ نبوت اور رسالت ختم ہو چکی قیامت تک یہ منصب کسی کو نہیں دیا جائے گا۔ یا یوں کہو کہ آپؐ کی کمالِ شفقت بیان کرتے کیلیئے یہ لفظ بڑھایا گیا کہ ہر نبی اپنی اُمت پر شفیق اور مہربان ہوتا ہے مگر آپ شفقت میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں اس لیئے کہ گذشتہ انبیاء کرام کو یہ توقع تھی کہ ہم سے اگر کوئی چیز رہ جائے گی۔ تو بعد میں آنیوالے نبی اس کی تکمیل کر دیں گے مگر آخری نبی کو یہ توقع نہیں ہو سکتی اسلیئے وہ اپنی اُمت کو وعظ اور نصیحت اور ارشاد اور تلقین میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھے گا۔ آپ کی مثال اس باپ کی سی ہے کہ جس کی اولاد کیلیئے اس کے بعد کوئی نگراں اور خبر گیراں نہ ہو۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا سے رخصت ہوئے تو امت کیلیئے ایسی کامل اور مکمل شریعت چھوڑی کہ اب اس کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں رہی اسلیئے کہ جب آپ کی شریعت موجود

ہے تو گویا آپ خود بہ نفس نفیس موجود ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے نبوت کا دعویٰ بے حیائی اور ڈھٹائی ہے۔

آیتِ مذکورہ کی تفسیر

آیت مذکورہ کو اچھی طرح سمجھنے کیلئے چند امور کا سمجھنا ضروری ہے ایک خاتم کے معنی دوم نبی اور رسول میں فرق، سوم النبیین میں الف لام کس قسم کا ہے؟

امرِ اوّل

خاتم بالفتح اور خاتم بالکسر متعدد معنی کے لئے مستعمل ہوتا ہے نگینہ انگشتری، مہر، آخر قوم۔ لیکن ائمہ لغت نے اور علماء عربیت نے تصریح کی ہے کہ لفظ خاتم جب کسی قوم یا جماعت کی طرف مضاف ہوگا تو اس کے معنی صرف آخر اور ختم کرنے والے کے ہونگے۔ لہذا آیت مذکورہ میں چونکہ خاتم کی اضافت نبیین کی طرف ہو رہی ہے اسلئے اس کے معنی آخر النبیین اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے کے ہوں گے۔

اور خاتم کا مادہ ختم ہے جس کے معنی ختم کرنے اور مہر لگانے کے آتے ہیں اور مہر لگانے کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ کسی شئے کو اسطرح بند کیا جائے کہ اندر کی چیز باہر نہ آسکے اور باہر کی چیز اندر نہ جا سکے۔ کما قال تعالیٰ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں پہ مہر لگا دی کہ کفر اندر بند ہو گیا کہ اب اندر سے باہر نہیں نکل سکتا اور باہر سے کوئی ہدایت اندر نہیں جا سکتی اور مہر چونکہ سب سے اخیر میں لگتی ہے اسلئے یہ لفظ اختتام اور انتہا پر دلالت کے لئے ضرب المثل بن گیا ہے کما قال تعالیٰ یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ خِتٰمُہٗ مِسْکٌ یعنی اہل جنت کو جو شراب دی جائے گی وہ سربمہر ہوگی، کہ

اندر کی خوشبو اور لطافت باہر نہیں آسکے گی اور باہر سے کوئی چیز اسکے اندر نہیں ہو سکیگی کہ اس کی لطافت میں کمی آجائے۔ متبنی کہتا ہے۔

اَرُوحُ وَقَدْ خَتَمْتَ عَلٰی فُوَادِیْ
بِحُبِّكَ اَنْ یَّحُلَّ بِهٖ سِوَاكَا

میں اس حال میں چلتا ہوں کہ تو نے میرے دل پر اپنی محبت کی ایسی مہر لگادی ہے کہ اندر سے تو تیری محبت باہر نہیں نکل سکتی اور باہر سے کسی اور کی محبت اندر داخل نہیں ہو سکتی۔ اس آیت میں دو قرأتیں ہیں ایک خاتم بالکسر کی اور ایک خاتم بالفتح کی۔ فرق اتنا ہے کہ خاتم بالکسر صیغہ اسم فاعل ہے بمعنی ختم کرنے والا اور خاتم بالفتح اسم ہے بمعنی آخر اور مہر اور حاصل دونوں قرأتوں کا ایک ہے وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باوجود انبیاء کو ختم کرنے والا، اور سلسلۂ نبوت پر مہر کرنے والا ہے کہ آپ کے بعد کوئی اس سلسلہ میں داخل نہیں ہو سکتا اور آپ سے پہلے جو سلسلۂ نبوت میں داخل ہو چکا وہ اس سلسلہ سے نکل نہیں سکتا۔ جاننا چاہیئے کہ ختم کا مفہوم ماقبل کے امتداد کو مقتضی ہے اور لفظ انقطاع عام ہے اس میں ماقبل کا امتداد شرط نہیں اس لئے خاتم کی اضافت اشخاص کی طرف مناسب ہوئی اور انقطاع کی اسناد وصف نبوت ورسالت کی طرف مناسب ہوئی۔ اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ ختم کا تعلق ماقبل کے ساتھ ہوتا ہے تو آپ کی خاتمیت کا تعلق انبیاء سابقین کے ساتھ ہو گا نہ کہ انبیاء لاحقین کے ساتھ۔ اس لئے آپ کی سیادت کا ظہور لیلۃ المعراج میں حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجتماع کے بعد ہوا۔ اور اسی طرح قیامت

کے دن آپؐ کی سیادت اور خاتمیت کا ظہور اس طرح ہو گا کہ تمام اولین و آخرین جمع ہوں گے اور سلسلۂ شفاعت حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر منتہی اور مختتم ہو گا۔ شبِ معراج اور روزِ قیامت میں انہیں انبیاء کا ذکر ہے جو آپ سے پہلے مبعوث ہوئے۔ آپ کے بعد مبعوث ہونے والے نبی کا کہیں نام و نشان نہیں۔

قال ابن عباس یرید لولم اختم به النبیین لجعلت له ابنا یکون بعده نبیاً۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ اگر میں آپ پر انبیاء کے سلسلہ کو ختم نہ کرتا تو آپ کو بیٹا عطا کرتا کہ جو آپکے بعد نبی ہوتا

وروی عن عطاء ان اللہ لما حکم ان لا نبی بعدہٗ لم یعطه ولداً ذکرا یصیر رجلاً (کذا فی المعالم)

عطاء سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب یہ فیصلہ فرما دیا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا تو آپ کو کوئی ایسا لڑکا نہیں دیا جو آئندہ چل کر مرد بنے۔

امر دوم

نبی اور رسول میں فرق

جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ نبی عام ہے اور رسول خاص۔ اصطلاح شریعت میں رسول اس کو کہتے ہیں کہ جو اللہ کی طرف سے جدید کتاب یا جدید شریعت لے کر آیا ہو اور نبی وہ ہے جو بذریعہ وحی احکام خداوندی کی تبلیغ کرتا ہو۔ نبی کیلئے جدید کتاب اور جدید شریعت کا ہونا شرط نہیں کما قال اللہ تعالیٰ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ

فِيهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ (كذا فی الاتحاف ص۲۰۱ ج ۲) یہ آیت انبیاء بنی اسرائیل کے بارے میں اتری کہ جو توریت اور شریعت موسویہ کے مطابق حکم دیتے تھے۔ نبی تھے مگر ان کے پاس نہ کوئی مستقل کتاب تھی اور نہ مستقل شریعت۔

خلاصہ یہ کہ رسول خاص ہے اور نبی عام ہے اور آیت میں لفظ خاتم النبیین کا ہے خاتم المرسلین کا نہیں۔ حالانکہ ظاہر کلام کا مقتضیٰ یہ تھا کہ خاتم المرسلین فرماتے اس لئے کہ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ کے بعد وَخَاتَمَ الْمُرْسَلِيْنَ بظاہر زیادہ مناسب تھا، لیکن بجائے لفظ خاص (یعنی بجائے رسول کے لفظ عام استعمال فرمایا یعنی خاتم النبیین فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ آپ مطلقاً تمام انبیاء کے خاتم ہیں اور آپ پر مطلقاً نبوت ختم ہو گئی۔ مستقلہ ہو یا غیر مستقلہ، تشریعیہ ہو یا غیر تشریعیہ اور جب نبوت ختم ہو گئی تو رسالت کا ختم ہونا بدرجہ اولی معلوم ہو گیا اس لئے کہ عام کی نفی خاص کی نفی کو مستلزم ہے۔

امر سوم

النبیین میں الف لام استغراق کا ہے اس لئے کہ علماء عربیت کی تصریح ہے کہ جو الف لام جمع پر داخل ہو وہ استغراق کے لئے ہوتا ہے۔ کما قال ابو البقاء فی کلیاتہ ص۵۶۲

قال عامة اهل الاصول و العربية لام التعريف سواءٌ دخلت على المفرد او الجمع	جمہور علماء اصول اور علماء عربیت یہ کہتے ہیں کہ الف لام تعریف کا خواہ مفرد پر داخل ہو یا جمع پر مفید استغراق ہوتا ہے اِلّا یہ کہ

تفیدالاستغراق الااذا کوئی خاص معہود اور معین مراد ہو۔
کان معہودا۔

اور جس شخص کو خدا تعالیٰ نے ذرا بھی عقل سے حصہ عطا فرمایا ہے۔ وہ سمجھ سکتا ہے کہ النبیین میں الف لام عہد کا نہیں ہو سکتا ورنہ یہ معنی ہونگے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم مخصوص اور معہود نبیوں کے خاتم ہیں۔ تمام انبیاءؑ کے خاتم نہیں اور ظاہر ہے کہ یہ معنی بالکل لغو اور مہمل ہیں اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی شان امتیازہی باقی نہیں رہتی اس لئے کہ اس معنی کے لحاظ سے تو ہر نبی کو کسی خاص قوم اور خاص خطہ کے اعتبار سے خاتم النبیین کہہ سکتے ہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا خصوصیت رہی اور اگر یہ کہا جائے کہ استغراق عرفی مراد ہے تو یہ بھی صحیح نہیں اسلئے کہ اصل استغراق میں استغراق حقیقی ہے اور استغراق عرفی مجاز ہے۔ حقیقت کے ہوتے ہوئے مجاز کی طرف رجوع نہیں کیا جاسکتا۔ علاوہ ازیں اشکال سابق پھر عود کر آئے گا اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ النبیین میں الف لام استغراق کا ہے اور استغراق سے استغراق حقیقی مراد ہے تو معنی آیت کے یہ ہوں گے کہ آپؐ نبوت کے تمام افراد اور اشخاص کے خاتم ہیں۔ خواہ وہ مستقل نبی ہوں یا کسی کے تابع ہوں اور آپؐ حقیقۃً تمام انبیاء کے خاتم ہیں۔ آپ کے بعد قیامت ہو گی کسی قسم کا کوئی نبی آنیوالا نہیں۔ اب اس آیت سے ہر قسم کی نبوت کا اختتام معلوم ہو گیا اور اس احتمال کی گنجائش نہیں رہی کہ آپؐ صرف نبوت مستقلہ کے خاتم ہیں۔

آیت مذکورہ کی تفسیر خود قرآن کریم سے

خاتم النبیین کے جو معنی ہم نے بیان کیے یعنی آخر النبیین کے، تمام ائمہ لغت اور علماء عربیت اور تمام علماء شریعت عہد نبوت سے لیکر اب تک سب کے سب یہی معنی بیان کرتے آئے ہیں۔ انشاء اللہ ثم انشاء اللہ تعالیٰ ایک حرف بھی کتب تفسیر اور کتب حدیث میں اس کے خلاف نہ ملیگا۔ اب ہم مزید توضیح کے لیئے اس آیت کی ایک دوسری قرأت پیش کرتے ہیں جس سے اور مزید وضاحت ہو جائے گی۔ وہ قرأت یہ ہے۔

ولکن نبیا ختم النبیین — لیکن آپ ایسے نبی ہیں جنہوں نے تمام نبیوں کو ختم کر دیا۔

یہ قرأت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے جو تمام تفاسیر معتبرہ میں منقول ہے اس قرأت سے وہ تمام تاویلات اور تحریفات بھی ختم ہو جاتی ہیں جو مرزائی جماعت نے خاتم النبیین کے لفظ میں کی ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم عن قریب اُن تاویلات کا ذکر کر کے ان کا جواب دیں گے۔

اور جس طرح آیت شریفہ میں دو قسم کی قرأتیں ہیں۔ اسی طرح احادیث میں دو قسم کی روایتیں ہیں۔ بعض روایات میں خاتم النبیین کا لفظ آیا ہے اور بعض روایات میں خُتِمَ بی النبیون اور خُتِمَ بی الانبیاء بصیغہ ماضی معروف اور مجہول آیا ہے جس کے صاف اور صریح معنے ختم کرنے کے ہیں اس میں کسی تاویل کی گنجائش ہی نہیں۔

آیت مذکورہ کی تفسیر حدیث شریف اور اقوال صحابہؓ سے

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

انہ سیکون فی امتی کذابون	تحقیق میری اُمت میں تیس بڑے کذاب
ثلثون کلھم یزعم انہ نبی	اور دجال ظاہر ہوں گے ہر ایک کا زعم یہ
وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی	ہوگا کہ میں نبی ہوں اور حالانکہ میں خاتم
(رواہ مسلم)	النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس حدیث میں غور کرنے سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

اوّل یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کی پیشین گوئی فرمائی، کہ آپ کے بعد صرف جھوٹے مدعیان نبوت پیدا ہونگے کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ نبوت مجھ پر ختم ہوگئی اگر کسی قسم کی نبوت باقی ہوتی تو یوں ارشاد فرماتے کہ میرے بعد نبی بھی آئیں گے اور دجال و کذاب بھی۔ دیکھو اگر نبی ہو تو اس کی اطاعت کرنا اور جو کذاب و دجال ہو اس سے پرہیز کرنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کو مطلقاً صرف یہ ہدایت فرمانا کہ دیکھو جو شخص بھی میرے بعد نبوت کا دعوٰے کرے بے تامل اُس کو کذاب و دجال سمجھنا یہ اس امر کی صریح دلیل ہے کہ اب آپؐ کے بعد کسی قسم کی نبوت باقی نہیں رہی۔

دوم یہ کہ وہ جھوٹے مدعی اُمتی اور محمدی ہونے کے مدعی ہوں گے جیسا کہ سیکون فی امتی کذابون کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ اس کا

مطلب یہ ہے کہ یہ جھوٹے نبی لوگوں کو میری نسبت سے دھوکا دیں گے اسلئے کہ اگر علی الاعلان آپؐ سے اپنی نسبت اور تعلق کے انقطاع کا اعلان کردیں تو پھر کوئی ان کے دھوکہ میں نہ آئے۔ آپ کی طرف اپنی نسبت کریں گے اور پھر اس دھوکہ سے لوگوں کو اپنی نبوت کی دعوت دیں گے۔

سوم یہ کہ آپ نے ان جھوٹے مدعیان نبوت کے جھوٹا ہونے کی دلیل یہ بیان فرمائی کہ وہ یہ گمان کرے گا کہ میں نبی ہوں اور حالانکہ میں آخری نبی ہوں معلوم ہوا کہ دجال اور کذاب ہونے کے لئے فقط دعوئے نبوت کافی ہے کسی اور دلیل کی حاجت نہیں۔

حکایت

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنی نبوت پر دلائل پیش کرنے کیلئے مہلت مانگی تو امام اعظم نے فتویٰ دیا کہ جو شخص اس کی نبوت کی دلیل طلب کرے گا وہ کافر ہے اس لئے کہ وہ ارشاد نبوی "لانبی بعدی" کا منکر اور مکذب ہے۔

چہارم یہ کہ جملہ "لانبی بعدی" جملہ "انا خاتم النبیین" کی تفسیر ہے اور لانفی جنس کا ہے جو نکرہ پر داخل ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ میرے بعد یہ جنس ہی ختم ہے۔ اور جنسِ نبی کا کوئی فرد بھی میرے بعد مستحق نہ ہوگا اور چونکہ نبی عام ہے کہ خواہ صاحبِ شریعت ہو یا کسی کا تابع ہو اور رسول خاص ہے اس لئے لانبی بعدی میں مطلق نبی کی نفی فرمادی کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا خواہ تشریعی ہو یا غیر

تشریعی۔ کیونکہ یہ تو مطلق نبی کی قسمیں ہیں اور جب سرے سے مقسم ہی نہ رہا تو قسمیں کہاں متحقق ہو سکتی ہیں اقسام کا بدون مقسم کے اور افراد کا بدون کلی کے پایا جانا عقلاً محال ہے۔

پنجم یہ کہ اس حدیث سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے ہیں اور یہ معنی نہیں کہ آپؐ انبیاء کی مہر یا زینت ہیں۔ اسلئے کہ حدیث کا یہ جملہ آپؐ نے مدعیان نبوت کے جھوٹے ہونے کی دلیل میں ارشاد فرمایا ہے کہ ان مدعیان نبوت کے جھوٹا ہونے کی دلیل یہ ہے کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں اس لئے ان کا دعویٰ نبوت انکے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے پس اگر خاتم النبیین کے معنی مہر اور زینت کیلئے جائیں تو ان کے جھوٹا ہونے کی دلیل کیسے ہو گی۔ بلکہ حدیث کے معنی یہ ہونگے کہ میرے بعد بہت سے کذاب اور دجال نبوت کا دعویٰ کریں گے اور حالانکہ میں نبیوں کی مہر ہوں میری مہر سے نبی بنیں گے اور ظاہر ہے کہ یہ معنی بالکل لغو اور مہمل ہیں اور جملہ لانبی بعدی کے صریح مناقض اور منافی ہیں بلکہ انا خاتم النبیین کے بعد لانبی بعدی کا اضافہ اس امر کی صریح دلیل ہے کہ خاتم کے معنی مہر کے نہیں بلکہ آخر کے ہیں اور اسی طرح مسند احمد اور معجم طبرانی میں حذیفہ بن الیمانؓ سے مرفوعاً یہ الفاظ مروی ہیں۔

انا خاتم النبیین لانبی بعدی۔ — میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں۔

اس روایت میں بھی خاتم النبیین کے بعد جملۂ لانبی بعدی بطور تفسیر مذکور ہے اور اسی وجہ سے اس جملہ کا پہلے جملہ پر عطف نہیں کیا گیا اس لئے کہ بلاغت کا

قاعدہ ہے کہ جب جملہ ثانیہ جملہ اولی کیلیئے عطف بیان ہو تو پھر عطف ناجائز ہو جاتا ہے۔ اسلیئے کہ عطف نسق چاہتا ہے تغایر کو اور عطف بیان چاہتا ہے۔ کمال اتحاد کو اور کمال وحدت اور مغائرت جمع نہیں ہو سکتی۔ ایک اور حدیث لیجیئے جس سے اس آیت کی تفسیر ہوتی ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثلی ومثل الانبیاء کمثل قصر احسن بُنیانہ ترک منہ موضع لبنۃ فطاف بہ النظار یتعجبون من حسن بنیانہ الا موضع تلک اللبنۃ فکنت انا سددت موضع اللبنۃ ختم بی البنیان وختم بی الرسل وفی الروایۃ فانا اللبنۃ و انا خاتم النبیین۔ متفق علیہ مشکوٰۃ شریف۔ باب فضائل سید المرسلین صلوٰت اللہ وسلامہ علیہ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اور انبیاء سابقین کی مثال ایک ایسے محل کی سی ہے کہ جو نہایت خوبصورت بنایا گیا ہو مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہو۔ لوگ تعجب سے اس محل کو دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک اینٹ کی جگہ کیوں چھوڑ دی گئی ؟ سو میں نے اس اینٹ کی جگہ کو پُر کر دیا ہے اور وہ عمارت مجھ پر ختم ہوئی اور رسولوں کا سلسلہ بھی مجھ پر ختم ہوا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ قصر نبوت کی وہ آخری اینٹ میں ہی ہوں اور میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں۔

ہر چیز کی ایک ابتدا ہوتی ہے اور ایک انتہا۔ اسی طرح عمارت نبوت کی بھی ایک ابتدا ہے اور ایک انتہا۔ اس عمارت کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام

سے ہوئی اور خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ عمارت ختم ہوئی۔ قصر نبوت کی تکمیل کے لئے ایک اینٹ کی جگہ باقی تھی آپؐ کی ذات برکات نے اس جگہ کو پورا کر دیا اور قصر نبوت کی عمارت بالکل مکمل ہو گئی اب اس میں کسی اینٹ کی جگہ باقی نہیں کہ اس میں کسی تشریعی یا غیر تشریعی نبوت کی اینٹ داخل ہو سکے۔ مرزا صاحب قصر نبوت میں اپنی ایک اینٹ داخل کرنا چاہتے ہیں لیکن وہاں کوئی جگہ نہیں۔ لہذا وہ اینٹ چونکہ قصر نبوت کا جزء نہیں بن سکتی۔ اس لئے اس کو کہیں ادھر اُدھر پھینک دیا جائے گا۔ ذرا سوچنے کا مقام ہے کہ جب آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم اور حضرت عمرؓ اور حضرت علی کے لئے قصر نبوت میں کسی قسم کی گنجائش نہ نکل سکی مسیلمۃ الہند اور اسود قادیان کے لئے کہاں جگہ نکل سکتی ہے۔ البتہ کفر اور دجل کی عمارت میں اس قسم کی اینٹ کو تے کا سرا ہو سکتی ہے۔

ناظرین کرام پر مخفی نہیں کہ حدیث مذکور کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے قصر نبوت کی عمارت کو ختم کر دیا۔ مگر مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ نہیں ابھی قصر نبوت کی عمارت ناتمام ہے اور بہت سی اینٹوں کی اس میں گنجائش ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ خاتم النبیین کے معنے تو آخر النبیین ہی کے ہیں جس نبی پر یہ آیت اتری اُس نے اس آیت کے یہی معنی سمجھے اور یہی سمجھائے اور جن صحابہ نے اس نبی سے قرآن اور اس کی تفسیر پڑھی انہوں نے بھی یہی معنے سمجھے فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ الغرض حق روز روشن

کی طرح واضح ہے کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں اور اگر اس کے بعد بھی کوئی شک باقی رہے تو پھر میں وہی عرض کروں گا جو حضرت الاستاذ مولانا الشاہ سید محمد انور نور اللہ وجہہ یوم القیامۃ ونضر (آمین) نے اپنے فارسی رسالہ خاتمۃ النبیین صـ٦٤ میں تحریر فرمایا ہے :۔

از حالِ ایں مخذولاں چناں معلوم می شود کہ اگر حق تعالیٰ سوگند خورد کہ مراد من ایں است کہ من بعد او ہیچ گونہ کدام نبی خواہم فرستاد گفتنی ست کہ ہاں ہاں لفظ ہمیں است کہ تو گفتی لیکن مراد تو اینست کہ ایں سلسلہ را جاری داری بطریق۔

ان بدنصیب اور محروم القسمت لوگوں کے حال سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر حق تعالیٰ شانہٗ بھی قسم کھا کر فرمائیں کہ خاتم النبیین سے میری مراد یہ ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجوں گا تو یہ بدنصیب جواب میں کہیں گے کہ ہاں ہاں یہ لفظ (خاتم النبیین) کا تو درست ہے مگر آپ کی مراد یہ ہے کہ یہ سلسلۂ نبوت فلاں طریق سے اب جاری رکھیں گے۔

مرزائی مفسر کا اعتراف و اقرار

مرزا محمد علی لاہوری مرزائی نے اپنی تفسیر میں اس امر کا صاف اعتراف کیا ہے کہ ختم نبوت کے بارے میں جو احادیث آئی ہیں وہ آیت خاتم النبیین کی تفسیر ہیں۔ چنانچہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں :۔

"اور خاتم کے معنی مہر بھی ہیں اور آخر بھی اور کسی قوم کے خاتم اور خاتم سے مراد ان میں سے آخری ہونا ہے ختام القوم وخاتمھم وخاتَمھم اخرھم (ل) اور خاتِم اور خاتَم ہمارے نبی صلعم کے اسماء میں سے ہیں اور خاتم النبیین اور خاتِم

النبیین کے معنے ہیں آخری نبی (ل) اور آپ کو خاتم النبیین کہا اسلئے کہ نبوت کو آپ کے ساتھ ختم کر دیا۔ (رغ) خاتم النبیین کے معنے لغت سے اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام ایک قوم ہیں اور کسی قوم کا خاتم یا خاتم ہونا صرف ایک ہی معنے رکھتا ہے یعنی ان میں سے آخری ہونا۔ پس نبیوں کے خاتم کے معنی نبیوں کی مہر نہیں بلکہ آخری نبی ہیں۔ یہاں ان سب احادیث کے نقل کرنے کی گنجائش نہیں جن میں خاتم النبیین کی تشریح کی گئی ہے یا جن میں آنحضرت صلعم کے بعد نبی کا نہ آنا بیان کیا گیا ہے اور یہ احادیث متواترہ ہیں جو صحابہ کی ایک بڑی جماعت سے مروی ہیں اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی نہیں۔ حدیث اول جس میں لفظ خاتم النبیین کی تفسیر زبان نبوی سے مروی ہے متفق علیہ ہے مثلی ومثل الانبیاء کمثل رجل بنی بنیانا فاحسنه واجمله الا موضع لبنة من زاویة فجعل الناس یطوفون به ویتعجبون له ویقولون هلا وضعت هذه اللبنة قال فانا اللبنة وانا خاتم النبیین۔ یعنی میری مثال اور نبیوں کی مثال ایک شخص کی مثال ہے جس نے ایک گھر بنایا اور اسے اچھا اور خوبصورت بنایا سوائے کونے کی اینٹ کے تو لوگ اس کے گرد گھومتے اور تعجب کرتے اور کہتے یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی سو میں وہ اینٹ ہوں اور خاتم النبیین ہوں اور دوسری حدیث متفق علیہ میں لفظ خاتم النبیین کی تفسیر یوں کی ہے انه سیکون فی امتی ثلثون کذابون کلهم یزعم انه نبی و انا خاتم النبیین لا نبی بعدی یعنی میری امت میں تیس کذاب ہوں

گے ہر ایک ان میں سے دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے اور میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تیسری حدیث میں جو مسلم ترمذی نسائی کی ہے یہ ذکر ہے کہ مجھے چھ چیزوں میں دوسرے انبیاء پر فضیلت دیگئی ہے جن میں سے چھٹی یہ ہے کہ ختم بی النبیون یعنی میرے ساتھ نبی ختم کئے گئے ہیں۔ سو یہاں بجائے خاتم النبیین کے یہ لفظ رکھ کر بتا دیا کہ خاتم النبیین سے یہی مراد ہے نہ کچھ اور۔ وہ احادیث جن میں آپ کے آخری نبی ہونے کا ذکر ہے اور وہ بھی درحقیقت خاتم النبیین کی تفسیر ہی ہیں بہت سی ہیں۔ مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ بنی اسرائیل میں نبی کے بعد نبی آتا تھا لیکن میرے بعد نبی نہ آئیگا بلکہ خلفاء ہونگے اور ایک حدیث میں ہے کہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ اور ایک میں ہے کہ علیؓ کی نسبت میرے ساتھ وہی ہے جو ہارون کی موسیٰ کے ساتھ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور ایک میں ہے کہ میرا نام عاقب ہے اور عاقب وہ ہے کہ جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ انا العاقب والعاقب لیس بعدہ نبی اور ایک میں ہے کہ نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا مگر مبشرات اور ایک میں ہے کہ نبوت اور رسالت منقطع ہو گئی اور دس حدیثوں میں ہے لا نبی بعدی یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں اور ایسی حدیثیں جن میں آپ کو آخری نبی کہا گیا ہے چھ ہیں۔ اس قدر زبردست شہادت کے ہوتے ہوئے کسی مسلمان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے سے انکار کرنا بینات اور اصول دینی سے انکار ہے" انتہی کلامہ ص۱۵۱۵ ج ۳۔

مرزائی مفسر سے ایک استفسار

مرزائی مفسر نے اخیر میں اس امر کا صاف

اقرار کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا انکار اصول دین کا انکار ہے اور ظاہر ہے کہ اصول دین کا انکار صریح کفر ہے اب سوال یہ ہے کہ آیا مرزا صاحب ان آیات بینات اور اصول دینی کے منکر تھے یا نہیں مرزا صاحب کی بیشمار عبارات سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ مرزا صاحب نبوت کے مدعی تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونیکے منکر تھے تو مرزا صاحب اس اصول دینی کے انکار کی بناء پر کافر ہوئے یا نہیں۔ نیز مرزا بشیر الدین احمد صاحب جو ختم نبوت کے منکر ہیں وہ آپ کے نزدیک کافر ہیں یا نہیں اور اگر نہیں تو باوجود اصول دین کے انکار کے کیوں کافر نہیں اور اگر کافر ہیں تو ان کی تکفیر کا اعلان ضروری ہے تاکہ عوام کو اشتباہ نہ ہے۔

نیز جو مسلمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین سمجھتے ہیں اور مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے اُن کو تو آپ کافر سمجھتے ہیں اور جو لوگ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے منکر ہیں ان کو مسلمان سمجھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

ختم نبوت پر مرزا صاحب کی تصریحات

اب میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ دعویٰ نبوت سے پہلے خود مرزا صاحب ختم نبوت کے قائل تھے اور خاتم النبیین کے یہی معنے سمجھتے تھے کہ جو اب تک تمام امت نے سمجھے کہ آپؐ آخری نبی ہیں، آپؐ کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں ہو سکتا۔

حمامۃ البشریٰ صفحہ ۶۶ و ۶۷ میں آیت (مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ الخ) کی

تشریح کرتے ہوئے مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ "ہمارے نبی علیہ السلام خاتم النبیین ہیں۔ بغیر کسی استثنار کے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اگر آنحضرت کے بعد ہم کسی نبی کے ظہور کے مجوز بنیں گے تو نبوت کا دروازہ بند ہونیکے بعد اسکے کھلنے کے قائل ہو جائینگے اور یہ اللہ تعالے کے وعدہ کیخلاف ہے۔ ہمارے نبی علیہ السلام کے بعد کسی طرح کوئی نبی آسکتا ہے۔ حالانکہ آپ کے بعد وحی کا انقطاع ہو چکا ہے اور نبی آپ کیساتھ ختم ہو چکے ہیں"

اور ازالۃ الاوہام صفحہ ۵۲۲ پر لکھتے ہیں کہ "مسیح کیوں کر آسکتا ہے وہ رسول تھا اور خاتم النبیین کی دیوار روئیں اس کو آنے سے روکتی ہے" اور پھر اسی ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۵۴۴ پر لکھتے ہیں۔ "لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ چکی ہے کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی؟"

اور حمامۃ البشری صفحہ ۹۶ میں لکھتے ہیں "وما کان لی ان ادعی النبوۃ واخرج من الاسلام والحق بقوم کافرین یہ مجھ سے کیسے ہوسکتا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کفار سے جا ملوں"

اور ازالۃ الاوہام صفحہ ۳۱۰ پر لکھتے ہیں "قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرائیل ملتا ہے اور باب نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آئے اور سلسلہ وحی رسالت نہ ہو"

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کریم خاتم النبیین کے بعد نہ کسی نئے نبی کا آنا جائز رکھتا ہے اور نہ کسی پرانے نبی کا۔ پس اگر مرزا صاحب نے

نبی ہیں تو تب نہیں آسکتے اور اگر پرانے نبی ہیں تو تب بھی نہیں آسکتے خود مرزا کے اقرار سے دروازہ بند ہے۔

حمامۃ البشریٰ صفحہ ۳۴ میں لکھتے ہیں:۔ واما ذکر نزول عیسی بن مریم فما کان لمؤمن ان یحمل ھذا الاسم المذکور فی الاحادیث علی ظاھر معناہ لانہ یخالف قول اللہ عزوجل مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ الا تعلم ان الرب الرحیم المتفضل سمی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء بغیر استثناء وفسرہ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ لا نبی بعدی ببیان واضح للطالبین ولو جوزنا ظھور نبی بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لجوزنا انفتاح باب وحی النبوۃ بعد تغلیقھا وھذا خلف وکیف یجیئ نبی بعد رسولنا صلی اللہ علیہ وسلم وقد انقطع الوحی بعد وفاتہ وختم اللہ بہ النبیین انعتقد بان عیسی الذی انزل علیہ الانجیل ھو خاتم الانبیاء لا رسولنا صلی اللہ علیہ وسلم انعتقد ان ابن مریم یأتی و ینسخ بعض احکام القرآن ویزید بعضا۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارے میں کسی مسلمانوں کو جائز نہیں کہ اس کلام کو جو حدیث میں آیا ہے ظاہری معنی پر محمول کرے کیونکہ آیت مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ الخ کے خلاف ہے کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خاتم الانبیاء رکھا ہے اور اس میں کسی کا استثناء نہیں کیا اور پھر اسی خاتم النبیین کی خود اپنے کلام میں تفسیر فرماتے ہوئے فرمایا لا نبی بعدی جو سمجھنے والوں کیلئے واضح بیان ہے۔ اگر ہم جائز رکھیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی آسکتا ہے تو لازم آتا ہے کہ دروازہ وحی نبوت کا

بند ہونے کے بعد کھل جائے۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی کیسے آسکتا ہے حالانکہ وحی نبوت منقطع ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ تمام انبیاء کو ختم کر دیا ہے۔ کیا ہم اعتقاد رکھیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آئیں اور وہی خاتم الانبیاء بنیں نہ ہمارے رسول "!

مرزا صاحب کی ان تمام عبارات سے اور خصوصاً آخری عبارت سے یہ صاف ظاہر ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے ہیں اور مقصود آیت کا یہ ہے کہ آپؐ کی آمد سے نبوت کا دروازہ بند ہو گیا ہے اور خاتم النبیین کے بعد نہ کوئی پرانا نبی آسکتا ہے اور نہ نیا نبی۔ اور مرزا صاحب نے یہ بھی تصریح فرما دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کی تفسیر اپنے کلام میں لانبی بعدی سے فرمائی معلوم ہوا کہ خاتم النبیین اور لانبی بعدی میں باعتبار معنی کے کوئی فرق نہیں اسلئے کہ بیان اور مبیّن اور تفسیر اور مفسّر متحد بالذات ہوتے ہیں۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

شبہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کی یہ تحریرات نومبر ۱۹۰۱ء سے پیشتر کی ہیں کہ جس وقت مرزا صاحب کو نبوت نہیں ملی تھی لہذا یہ تمام تحریریں منسوخ کہی جائیں گی۔

جواب

یہ ہے کہ نسخ عقائد میں جاری نہیں ہوتا نسخ احکام میں ہوتا ہے یہ ناممکن ہے کہ جو بات پہلے کفر کی تھی وہ بعد میں اسلام بن جائے۔ نیز انبیاء کفر سے، قبل از نبوت بھی پاک ہوتے ہیں۔ نیز بد عقل اور بد فہم کبھی نبی نہیں ہو سکتا۔

مرزائی جماعت سے ایک سوال

مرزا صاحب کی ان تمام عبارات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ دعوائے نبوّت سے پہلے مرزا صاحب بھی خاتم النبیّن کے معنے وہی سمجھتے تھے کہ جو تیرہ سو برس سے تمام دنیا کے مسلمان سمجھتے چلے آئے اور کسی نئے اور پُرانے نبی کا آنا ختمِ نبوّت کے منافی سمجھتے تھے اور ختمِ نبوّت کے انکار اور ختم الانبیا کے بعد دعوائے نبوّت کو کفر بتلاتے تھے۔ مرزا صاحب کا یہ پہلا عقیدہ تھا اور اب دعوائے نبوّت کے بعد مرزا صاحب خاتم النبیّین کے دُوسرے معنٰی بیان کرتے ہیں جس کی بناء پر نبوّت کا جاری ہونا ضروری ہو گیا اور جس مذہب میں وحیِ نبوّت نہ ہو وہ شیطانی اور لعنتی مذہب کہلانے کا مستحق ہے اور یہ کہتے ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا وہ کافر اور بے ایمان ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ خاتم النبیّین کے کون سے معنے صحیح ہیں پس اگر خاتم النبیّین کے جدید معنے صحیح ہوں (کہ جو مرزا صاحب نے دعوائے نبوّت کے بعد بیان کئے اور جس کی بناء پر نبوّت کا جاری رہنا ضروری ہوا) تو یہ لازم آئے گا کہ اس تیرہ صدی میں جس قدر بھی مسلمان اس عقیدہ پر گذرے ہیں وہ سب کافر اور بے ایمان مرے۔ گویا کہ عہدِ صحابہ سے لے کر اس وقت تک تمام اُمّت کفر پر گذری اور دعوائے نبوّت سے پہلے خود مرزا صاحب بھی جب تک اسی سابقہ عقیدہ پر رہے کافر رہے۔ دعوائے نبوّت کے بعد مرزا صاحب کا ایمان صحیح اور درست ہوا۔ اور پچاس برس تک مرزا صاحب کفر اور شرک کی گندگی میں آلودہ اور ملوّث

رہے اور عبادت اور بد عقلی کے داغ سے داغی رہے کہ پچاس برس تک آیات اور احادیث کا مطلب غلط سمجھتے رہے اور تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ کافر اور غبی نبی نہیں ہو سکتا۔ اور جو شخص تمام امت کی تکفیر و تضلیل اور تحمیق و تجہیل کرتا ہو وہ بالاجماع کافر اور گمراہ ہے اور اگر خاتم النبیین کے پہلے معنے صحیح ہوں جو تمام امت نے سمجھے اور مرزا صاحب بھی دعوائے نبوت سے پہلے وہی سمجھتے تھے تو لازم آئے گا کہ پہلے لوگ تو سب مسلمان ہوں اور مرزا صاحب دعوائے نبوت کے بعد سابق عقیدہ کے بدل جانے کی وجہ سے خود اپنے اقرار سے کافر اور مرتد ہو جائیں۔ غرض یہ کہ خاتم النبیین کے جو نسے بھی معنے لئے جائیں۔ مرزا صاحب ہر صورت میں کافر ہیں۔

چند اوہام اور اُن کا ازالہ

آیت خاتم النبیین کی تفسیر واضح ہو چکی ہے۔ اب اس میں کسی قسم کے شک اور شبہ کی گنجائش نہیں لیکن مرزائی صاحبان باوجود حق واضح ہونے کے پھر بھی شک اور شبہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُن اوہام کا بھی ازالہ کر دیا جائے شاید حق تعالیٰ شانہٗ کی توفیق سے امر حق ان کی سمجھ میں آ جائے۔ وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔

وہم اوّل

اگر خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا تو اخیر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول جو مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے کیسے صحیح ہوگا۔

ازالہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا جیسے آخری اولاد اور آخری بیٹے کے یہ معنی ہیں کہ اس کے بعد کوئی بیٹا پیدا نہیں ہوا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ سے پہلے پیدا ہوئے اور آپؐ سے پہلے پیغمبر ہوئے۔ البتہ مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ السلام کے بعد پیدا ہوئے لہٰذا مرزا صاحب کا وجود تو ختم نبوت کے منافی ہوگا لیکن حضرت عیسیٰ کا نزول ختم نبوت کے معارض نہ ہوگا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں بہت سے پیغمبر پیدا ہوئے مگر سب سے اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام آسمان سے زمین پر اُترے اور یہاں آکر دل گھبرایا تو حضرت جبریل ؑ نے اذان دی اور اس میں اشھد ان محمد رسول اللہ کہا تو حضرت آدم ؑ نے حضرت جبریل ؑ سے پوچھا کہ محمدؐ کون ہیں تو یہ جواب دیا:۔

آخر ولدك من الانبیاء (رواہ ابن عساکر) پیغمبروں میں آپ کے آخری بیٹے ہیں۔

یعنی آپ کی اولاد میں سب سے آخری نبی آپؐ پیدا ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ سے پہلے نبی ہو چکے البتہ ان کی عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ طویل ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے صدہا سال پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور ابھی زندہ ہیں۔ اخیر زمانہ میں امت محمدیہ کا ایک مجدد ہونے کی حیثیت سے نازل ہوں گے نبی ہونے کی حیثیت سے نزول نہ ہوگا۔ نزول کے بعد اپنی نبوت و رسالت اور اپنی کتاب یعنی انجیل اور اپنی شریعت کی طرف سے کسی کو دعوت نہیں دیں گے بلکہ خاتم النبیین کا نائب بن کر لوگوں کو خالص قرآن و حدیث کے احکام پر چلائیں گے اور خود بھی شریعت محمدیہ کے اتباع اور

پیروی کو اپنے لئے باعثِ صد فخر و ناز سمجھیں گے۔ خاتم الانبیاء ہی کی شریعت کا ڈنکا بجائیں گے اس لئے شیخ اکبرؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دو حشر ہونگے ایک حشر انبیاء و رسل کے زمرہ میں ہوگا اور دوسرا حشر امتِ محمدیہ کے زمرہ میں ہوگا

مرزا صاحب کا خود اقرار و اعتراف

مرزا صاحب تریاق القلوب صفحہ ۱۵۶ میں لکھتے ہیں "ضرور ہوا کہ وہ شخص جس پر یہ تمام و کمال دورہ آدمیت ختم ہو وہ خاتم الاولاد ہو یعنی اس کی موت کے بعد کوئی کامل انسان کسی عورت کے پیٹ سے نہ نکلے" پس جس طرح مرزا صاحب کے نزدیک خاتم الاولاد کے یہ معنی ہیں کہ اس کے بعد عورت کے پیٹ سے کوئی پیدا نہ ہوا اسی طرح خاتم النبیین کے یہ معنی ہوں گے کہ آپ کے بعد کوئی نبی عورت کے پیٹ سے پیدا نہ ہو۔ اور ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آپ سے پہلے پیدا ہوئے۔ مقامِ تعجب اور مقامِ حیرت ہے کہ کسی پرانے نبی کا آنا خاتم النبیین کے مخالف ہو مگر قادیان میں کسی ایسے نبی اور رسول کا آنا جو تمام انبیاء و مرسلین بلکہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اعلیٰ اور افضل ہو یہ خاتم النبیین کے خلاف نہ ہو۔ مفضول نبی کی آمد کے لئے تو آمد کا دروانہ بند ہے اور تمام انبیاء سے افضل اور برتر کی آمد کے لئے دروازہ کھلا ہوا ہے۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا اس بات کی علامت ہے کہ اب سلسلۂ انبیاء میں کوئی فرد اور کوئی عدد باقی نہیں رہا اس لئے پہلے ہی نبی کو لانا پڑا۔

وہم دوم

خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ نبیوں کی مہر ہیں اور آپ کے بعد آپ کی مہر اور تصدیق اور اتباع سے قیامت تک نبی بنتے رہیں گے۔

ازالہ یہ شبہ بالکل لغو اور مہمل ہے۔ لغت اور قواعد عربیت کے بھی خلاف ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ خاتم القوم کے معنی یہ ہوں کہ جس کی مہر سے قوم بنے اور خاتم المہاجرین کے معنی یہ ہوں کہ جس کی مہر سے مہاجر بنیں اور خاتم الاولاد کے معنی یہ ہوں کہ جس کی مہر اور تصدیق اور اتباع سے اولاد بنے سبحان اللہ کیا عجیب و غریب حقائق و معارف ہیں۔

حق تعالیٰ شانہ کا تو مقصد یہ ہے کہ آپؐ کو اس لئے خاتم النبیین بنا کر بھیجا تاکہ سلسلۂ نبوّت ختم ہو اور مرزا صاحب یہ فرماتے ہیں کہ اس لئے نہیں بلکہ انبیاء تراشی اور پیغمبر سازی یعنی نبی بنانے کے لئے آپ کو بھیجا۔ علاوہ ازیں یہ مہمل تاویل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت ولکن نبیاً ختم النبیین اور ان احادیث میں جن میں آخر الانبیاء اور لا نبی بعدی کا لفظ آیا ہے نہیں چل سکتی نیز خاتم کے معنی ختم کرنے والے کے ہیں پس اگر آپ کی مہر یا اتباع سے نبی بننے لگیں تو آپ خاتم نبوّت نہ ہوں گے بلکہ فاتح نبوّت ہونگے یعنی نبوّت کا دروازہ کھولنے والے ہونگے۔

وہم سوم

مرزا صاحب ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۲۶ پر لکھتے ہیں کہ میں ظلّی طور پر محمدؐ ہوں

پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی۔

ازالہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ استہزاء اور تمسخر ہے کہ مال بھی چوری ہو گیا اور مہر بھی نہیں ٹوٹی۔ اللہ تعالیٰ نے نبوت پر مہر لگائی مگر مرزا صاحب نے نبوت کو اس طرح ہوشیاری سے چرایا کہ چوری بھی کرلی اور خدا کی لگائی ہوئی مہر اسی طرح رہی۔ کیا یہ حق جل شانہ کے ساتھ تمسخر نہیں۔ جو شخص بادشاہ کے ساتھ اتحاد کا دعوےٰ کرے اور بادشاہ کا لقب اپنے لئے ثابت کرے بلاشبہ وہ شخص باغی اور قابل گردن زدنی ہے۔ نیز حضرات انبیاء اگرچہ نور نبوت کے اعتبار سے سب متحد ہیں۔ کما قال اللہ تعالیٰ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ لیکن شخصیت کے اعتبار سے بلاشبہ اشخاص متغائرہ ہیں۔ ہر نبی کی ذات بابرکات علیحدہ اور جدا ہے۔ زمانہ ہر ایک کا جدا، مکان ہر ایک کا جدا، صفات اور معجزات ہر ایک سے جدا۔ اسی تغائر شخصی کی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کہا گیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ ختم نبوت کا دارومدار روحانی اتحاد پر نہیں بلکہ تشخص تغائر پر ہے اور یہ واضح ہو جائے کہ اجراء نبوت یعنی دعوائے پیغمبری کے لئے محبانہ اتحاد کا دعوےٰ ذرہ برابر مفید نہیں۔ کون نہیں جانتا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام میں اتحاد نہیں تھا لیکن باوجود کمال اتحاد و محبت اور باوجود کمال اخوت و صداقت کے موسیٰ علیہ السلام اپنے مقام پر تھے اور ہارون علیہ السلام اپنے مقام پر نیز اگر بالفرض والتقدیر یہ ثابت ہو جائے کہ اس شخص کو حقیقتاً نہ کہ سیاستہً فنا فی الرسول کا مقام حاصل ہے تب بھی اس کو نبی کا لقب نہیں مل سکتا اس لئے کہ اگر فنا فی الرسول کی وجہ سے غیر تشریعی اور غیر مستقل نبی کا لقب مل سکتا ہے۔

تو مستقل رسول اور مستقل نبی کا لقب کیوں نہیں مل سکتا، اور فنا فی اللہ کی وجہ سے اللہ اور خدا کا لقب کیوں نہیں مل سکتا۔

ظلی اور بروزی نبوت کا عنوان محض فریب ہے۔

ختم نبوت کا مسئلہ چونکہ قرآن اور حدیثِ متواتر اور اجماع امت سے ثابت ہے، اس لئے مرزا صاحب نے ان نصوص قطعیہ کی ظاہری مخالفت سے بچنے کے لئے ایک جدید راہ نکالی، اور دعوائے نبوت کی پردہ پوشی کے لئے ایک جدید اصطلاح اختراع کی کہ جس کا کہیں کتاب و سنت اور اقوال صحابہ اور علماءِ امت میں کوئی نام و نشان نہیں، وہ یہ کہ میں حضور کے خاتم النبیین ہونے کا قائل ہوں، اور میری نبوت محض ظلّی اور بروزی نبوت ہے، یہ سب دھوکہ اور فریب ہے۔ اور در حقیقت مراد حقیقی نبوّت ہے۔ مرزا صاحب کی بے شمار عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب تشریعی اور مستقل نبوت کے مدعی ہیں، جس پر مفصل کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ مرزا صاحب حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۲۶۵ و ۲۶۶ میں بحوالہ ایک غلطی کا ازالہ لکھتے ہیں۔

"میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو در حقیقت خاتم النبیین تھے، مجھے رسول اور نبی کے لفظ سے پکارا جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں، اور نہ اس سے مہر خاتمیت ٹوٹتی ہے۔ کیونکہ میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں، اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمدؐ اور احمدؐ رکھا ہے، اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔

پس اس طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا کیونکہ سایہ اپنی اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔

اس عبارت میں مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عینیت کا دعوے کیا ہے کہ میں بعینہ محمد رسول اللہ ہوں۔ دنیا کا کون نادان اس کو قبول کر سکتا ہے کہ قادیان کا ایک دہقان بعینہ سید الانس والجان ہو اور پھر اس پر یہ دلیل کہ سایہ اپنی اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ نہ معلوم اس سے کیا مراد ہے ؟ اگر یہ مراد ہے کہ سایہ اور ذی سایہ بالکل عین اور متحد ہوتے ہیں تو سراسر بداہت اور عقل کے خلاف ہے۔ ظل اور اصل کا عین اور متحد ہونا بدیہی البطلان ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ ذی ظل کی کوئی صفت اور کوئی شان اس میں آجائے، تو اس اعتبار سے یہ مطلب ہوگا کہ حضور کی صفات نبوت اور کمالات رسالت کا ایک سایہ اور پرتو ہوں تو اس سے نہ نبوت ثابت ہوتی ہے اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتحاد اور عینیت کا دعوے ثابت ہو سکتا ہے۔ حدیث میں ہے

السلطان ظل اللّٰہ فی الارض۔ بادشاہ زمین میں اللہ کا سایہ ہے۔

تو کیا اس سے خلفاء اور سلاطین کا بعینہ خدا ہونا ثابت ہو جائے گا۔

علاوہ ازیں یہ ظلیت امت محمدیہ کے تمام علماء اور صلحاء کو حاصل ہے اس میں مرزا صاحب کی کیا خصوصیت ؟ امت میں جو بھی کمال ہے وہ حضور ہی کی نبوت کا سایہ اور پرتو ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ مرزا صاحب نے محض اپنی پردہ پوشی کے لئے اس قسم کے تلبیس آمیز عنوان اختیار کئے کبھی اپنے آپ کو ظلی نبی ظاہر کیا۔ اور

کبھی بروزی تاکہ عوام اور سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دے سکیں کہ میری نبوّت خاتم النبیّین کے خلاف نہیں ورنہ درحقیقت مرزا صاحب اپنی نبوّت کو تمام انبیاء کی نبوّت سے افضل اور اکمل سمجھتے ہیں مگر اہل علم اور اہل فہم خوب جانتے اور سمجھتے ہیں کہ اس قسم کی تلبیسات اور ملمع کاریوں سے حقائق شرعیہ نہیں بدل سکتے۔ یہ ظلّی اور مجازی اور بروزی نبوّت کی اصطلاح محض مرزا صاحب کی اختراع ہے۔ کتاب و سنّت اور اقوالِ صحابہ اور تابعین میں کہیں اس کا نام و نشان نہیں۔ کسی قسم کی نبوّت کا بھی اگر کوئی دروازہ کھلا ہُوا ہوتا تو سب سے پہلے اُن مقدس اور پاک ہستیوں پر کھلتا کہ جو شمع نبوت پر پروانوں کی طرح گرے اور آپؐ کے عشق اور محبت میں ایسے غرق اور فنا ہوئے کہ اوّلین اور آخرین میں کہیں اس کی نظیر نہیں جس طرح آپؐ پر نبوّت ختم ہوئی اسی طرح آپ پر محبوبیت اور آپ کی اُمت پر محبت اور عاشقیت ختم ہو گئی۔ آسمان اور زمین نے نہ ایسا محبوب دیکھا اور نہ ایسے عاشق جان نثار دیکھے نہ ایسی شمع نبوت دیکھی اور نہ ایسے پروانے دیکھے۔

اگر کسی قسم کی نبوّت کا بھی دروازہ کھلا ہُوا ہوتا تو اس یارِ غار اور رفیق جان نثار کو جس کو حق تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ثانی اثنین اور اتقیٰ اور اولوا الفضل کے لقب سے سرفراز کیا ہے اس کو کوئی نہ کوئی ظلی اور بروزی نبوّت ضرور ملتی۔

فاروقِ اعظمؓ کے متعلق ارشادِ نبوی ہے:

لو کان بعدی نبی لکان عمر — میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔

کلمۂ لَوْ محاورۂ عرب میں محالات کے لئے مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ لَوْ کَانَ فِیْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا، قُلْ لَّوْ کَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ الخ اور امور ممکنہ

کے لئے کلمہ اِنْ اور اِذَا مستعمل ہوتا ہے۔ پس اس حدیث میں کلمہ لَوْ کا استعمال اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نبی ہونا محال اور ناممکن ہے اس لئے بطور فرض محال کے بیان فرمایا کہ اگر میرے بعد نبی ہونا ممکن ہوتا تو عمرؓ ہوتا لیکن میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کی بھی نبوّت باقی ہوتی تو عمرؓ کے لئے ضرور ثابت فرماتے۔ اس لئے کہ خود حضورؐ نے حضرت عمرؓ کو فاروق اور محدّث من اللہ اور ملہم بالصّواب جیسے معزّز القاب سے سرفراز فرمایا ہے۔

مسند بزار اور معجم طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے میری چار وزیروں سے تائید فرمائی دو آسمان والوں میں سے ہیں ایک جبریلؑ اور ایک میکائیل اور دو زمین والوں میں سے ہیں ابو بکرؓ اور عمرؓ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۰۰)۔
معلوم ہوا کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ زمین میں جبریلؑ اور میکائیل کا نمونہ اور ہم رنگ ہیں اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلّم کے وزیر با تدبیر ہیں مگر کسی قسم کے نبی نہیں۔ اور اگر بالفرض والتقدیر نبی ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے تابع اور امّتی ہوتے مگر یہ بھی معلوم ہوا کہ نبوّت بالکل ختم ہو چکی ہے۔ حسبِ شہادت نبوی ابوبکر و عمر کی تو یہ شان تھی ؎

نقشِ آدم لیک معنیٔ جبرئیل
رستہ از جملہ ہوا و قال و قیل

جب رشکِ جبرئیل و میکائیل نبی نہ ہوئے تو کیا ہم رنگِ عزازیل نبی بنیں گے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک تشریف لے جانے لگے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اہل بیت کی نگرانی کے لئے چھوڑا تو حضرت علیؓ رنجیدہ ہو کر عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ مجھ کو بچوں اور عورتوں میں چھوڑ کر تشریف لے جا رہے ہیں (یعنی دوسرے احباب تو جہاد میں حضور کے ہم رکاب ہوں گے اور میں یہاں غم فرقت میں بے تاب رہوں گا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی تسلّی کے لئے یہ ارشاد فرمایا:-

الا ترضیٰ ان تکون منی	اے علی! کیا تو اس بات پر راضی نہیں؟
بمنزلة هارون من موسیٰ	کہ تجھ کو مجھ سے وہ نسبت ہو کہ جو ہارون
الا انه لیس نبی بعدی۔	کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی لیکن میرے
(بخاری غزوہ تبوک)	بعد کوئی نبی نہیں۔

حضرت ہارون علیہ السلام مستقل نبی نہ تھے بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے وزیر[۱] اور تابع تھے اور توریت اور شریعت موسویہ کے متبع تھے۔ مطلق نبوّت میں دونوں شریک تھے۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت ہارون علیہ السّلام کو دو چیزیں حاصل تھیں۔ ایک تو موسیٰ علیہ السّلام کے ساتھ شرکت فی النبوّت اور دوسری وزارت اور نیابت۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے تبوک جاتے وقت جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرمایا کہ تو میرے جانے کے بعد میرا قائم مقام ہے جیسا کہ ہارون علیہ السّلام موسیٰ علیہ السّلام کے قائم مقام تھے کوہ طور پر جانے کے بعد، تو غلط فہمی سے

[۱] کما قال تعالیٰ حاکیاً عن الکلیم واجعل لی وزیراً من اھلی ھارون" ۱۲ منہ عفا اللہ عنہ۔

بچنے کے لئے یہ ارشاد فرمایا " الا انہ لیس بعدی نبی " یعنی تم صرف میرے نائب اور قائم مقام ہو گے، نبی نہ ہو گے۔ تم کو حضرت ہارون سے صرف قائم مقامی اور نیابت میں مشابہت ہے، نبوت میں مشابہت نہیں اس لئے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ معلوم ہوا کہ الا انہ لیس بعدی نبی میں نبوّت غیر مستقلہ کی نفی مراد ہے اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے مستقل نبوت کا تو توہم بھی نہیں ہو سکتا اور پھر خصوصًا آپ کی موجودگی اور زمانہ حیات میں کس کو یہ وہم اور خطرہ ہو سکتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مِن جانب اللہ مستقل کتاب اور مستقل شریعت عطا ہو جائے گی۔ اور مستقلاً ان پر اللہ کی وحی نازل ہونے لگے گی۔ علاوہ ازیں مستقل نبی کا کسی کے قائم مقام ہونا اسکے استقلال کے منافی ہے۔ اب اس تمام تقریر سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ الا انہ لیس بعدی نبی میں نبوّت غیر مستقلہ کی نفی مراد ہے۔

اور علیٰ ہذا اگر حضور پُر نُور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم زندہ ہوتے تو وہ بھی مستقل نبی نہ ہوتے بلکہ آپؐ ہی کی شریعت کے تابع ہوتے۔ معلوم ہُوا کہ آپؐ کے بعد نبوّت غیر مستقلہ بھی باقی نہیں رہی اور یہ تمام روایتیں نہ باہم متعارض اور متناقض ہیں اور نہ آیت " خاتم النبیین " اور حدیث " لا نبی بعدی " کے معارض اور منافی ہیں اس لئے کہ سب جگہ حکم فرضی اور تقدیری ہے اور مطلب سب کا یہ ہے کہ اگر بفرضِ محال میرے بعد نبوّت باقی ہوتی تو میرے بعد صحابہ کی ایک جماعت ہوتی جن کو میرے بعد نبوّت ملتی جن میں عمرؓ اور علیؓ اور ابراہیمؓ ہوتے لیکن میرے بعد نبوّت نہیں۔ اس لئے میرے صحابہ میں سے کسی کو نبوّت نہیں ملی۔

وہم چہارم

خاتم النبیین کی آیت میں النبیین پر الف لام عہد کا ہے اور النبیین سے خاص تشریعی انبیاء مراد ہیں کہ جو جدید کتاب اور جدید شریعت لے کر آئے۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریعی انبیاء کے خاتم ہوں گے مطلق انبیاء کے خاتم نہ ہوں گے۔

ازالہ ہم پہلے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ النبیین میں الف لام استغراق کا ہے اور لغت اور محاورۂ عرب کے اعتبار سے خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے ہیں یعنی تمام انبیاء کے ختم کرنے والے۔ الف لام عہد کے لئے یہ شرط ہے کہ معہود کا کلام سابق میں صراحۃً یا اشارۃً ذکر ہو۔ اور اس آیت کے سیاق وسباق میں کہیں تشریعی انبیاء کا ذکر نہیں بلکہ مطلق انبیاء کا ذکر ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ سُنَّۃَ اللّٰہِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ الی قولہ اَلَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰہِ وَیَخْشَوْنَہٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰہَ۔

اَلَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ میں تمام انبیاء داخل ہیں اور علیٰ ہٰذا خدا تعالیٰ کے پیغام کو پہنچانا اور سوائے خدا کے کسی سے نہ ڈرنا یہ مطلق نبوت کے لئے لازم اور نبی کے لئے ضروری ہے ورنہ آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ احکام خداوندی کی تبلیغ اور سوائے خدا کے کسی سے نہ ڈرنا، یہ فریضہ فقط تشریعی انبیاء کا ہے۔ غیر تشریعی نبی کے لئے یہ باتیں ضروری نہیں ہیں۔

علاوہ ازیں مرزا صاحب تو اس معمولی اور گھٹیا نبوت پر راضی نہیں، وہ تو مستقل نبوت اور مستقل رسالت کے اور تشریعی نبوت کے مدعی ہیں۔

مرزائی جماعت سے چند سوال

یہ مسئلہ فریقین میں متفق علیہ ہے کہ تشریعی نبوت کا دعوے کفر ہے خود مرزا صاحب کی تصریحات اس پر موجود ہیں کہ جو شخص تشریعی نبوت کا دعوے کرے ـــــ وہ شخص کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ اختلاف صرف نبوت غیر مستقلہ کے بارے میں ہے کہ آیا وُہ جاری ہے یا وُہ بھی ختم ہو گئی۔ اس لئے اب اس کے متعلق فریق مخالف سے چند سوال ہیں:۔

(۱) یہ کہ مرزا صاحب نے اوّل اپنی کتابوں میں تشریعی نبوت کے دعوی کو صریح کفر قرار دیا اور پھر خود صراحۃً تشریعی نبوت کا دعوی کیا۔ کیا یہ صریح تناقض و تعارض نہیں؟ اور کیا مرزا صاحب خود اپنے اقرار سے کافر نہیں ہوئے؟

(۲) یہ کہ جب مرزا صاحب تشریعی نبوت اور مستقل رسالت کے مدعی ہیں تو پھر اُن کو خاتم النبیین میں اس تاویل کرنے سے کہ غیر تشریعی نبی مراد ہیں کیا فائدہ ہُوا؟

(۳) یہ کہ نصوص قرآنیہ اور صدہا احادیث نبویہ سے مطلقاً نبوّت کا انقطاع اور اختتام معلوم ہوتا ہے اس کے برعکس کوئی ایک روایت بھی ایسی ہے کہ جس میں یہ بتلایا گیا ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نبوّت غیر مستقلہ کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اگر ہے تو پیش کی جائے۔

(۴) یہ کہ نبوّت غیر مستقلہ کے ملنے کا معیار اور ضابطہ کیا ہے؟

(۵) کیا وُہ معیار حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں موجود نہ تھا کہ جس کی بناء پر حضرات صحابہ باوجود افضل الامۃ اور خیر القرون ہونے کے اس منقبت سے محروم رہے۔

(۶) کیا اس ساڑھے تیرہ سو سال کی طویل و عریض مدّت میں ائمۂ حدیث اور ائمۂ اجتہاد اور اولیاء و عارفین اور اقطاب و ابدال و مجدّدین میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں گزرا کہ جو علم و فہم اور ولایت اور معرفت میں مرزا صاحب کے ہم پلّہ ہوتا اور نبوّت غیر مستقلہ کا منصب پاتا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی ساری امّت میں سوائے قادیان کے دہقان کے کوئی بھی نبوّت کے قابل نہ نکلا۔

(۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد بہت سے لوگوں نے نبوّت کے دعوے کئے بعض ان میں سے تشریعی نبوّت کے مدعی تھے جیسے صالح بن طریف اور بہاء الحق بابی اور بعض غیر تشریعی نبوّت کے مدعی تھے جیسے ابو عیسٰی وغیرہ۔ ان سب کے جھوٹا ہونے کی کیا دلیل ہے؛ وہ بھی کوئی ظلّی اور بروزی اور مجازی وغیرہ وغیرہ کی تاویل کر لیں گے۔

وہم پنجم

خاتم النبیّین کا اطلاق ایسا ہے جیسا کہ کسی کو خاتم المحدّثین اور خاتم المفسّرین لکھتے ہیں۔ کسی کے نزدیک یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اب اس کے بعد کوئی محدّث اور مفسّر پیدا نہ ہوگا۔ بلکہ یہ کلام بطور مبالغہ استعمال ہوتا ہے۔

مرزائی جماعت کا یہ بڑا مایۂ ناز شبہ ہے اور طرّہ یہ ہے کہ اس کی تائید میں ایک روایت بھی پیش کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے عمّ محترم حضرت عباسؓ سے فرمایا:۔

اطمئن یا عم فانک خاتم — اے چچا! آپ اطمینان رکھئے اسلئے

المهاجرين في الهجرة كما	کہ آپ ہجرت کے بارے میں ایسے ہی
انا خاتم النبيين في النبوة۔	خاتم المہاجرین ہیں جیسے میں دربارۂ
(کنز العمال ص۱۷۸ ج ۶) ۔	نبوت خاتم النبیین ہوں۔

ازالہ اس وسوسہ کا جواب یہ ہے کہ خاتم المفسرین اور خاتم المحدثین اور خاتم المحققین اس قسم کے محاورات میں بھی خاتم کے معنی آخری کے ہیں۔ بندہ کو چونکہ آئندہ کی خبر نہیں ہوتی اس لئے اپنے زعم کے مطابق یہ سمجھ کر کہ یہی آخری محدث اور آخری مفسر ہیں۔ خاتم المحدثین اور خاتم المفسرین کہہ دیتا ہے۔

یہ محاورہ اسی مقام پر استعمال ہوتا ہے کہ جہاں کسی کی افضلیت ثابت کرنی ہو اور ظاہر ہے کہ افضلیت جب ہی ثابت ہو سکتی ہے کہ جب کمال اور افضلیت کا آخری اور انتہائی درجہ اس کے لئے ثابت کیا جائے چونکہ بندہ اس قسم کے الفاظ٭ کو مجاز اور مبالغہ پر محمول کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ محدثیت اور محققیت کمالات کسبیہ میں سے ہے جو بندہ کے کسب اور اختیار سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ قیامت تک ان کا دروازہ کھلا رہے گا۔ کسی کو خاتم المحدثین کہنے کے بعد کسی کا تو کیا خود کہنے والے کا بھی یہ گمان نہیں ہوتا کہ اب اس کے بعد کوئی محدث پیدا نہ ہوگا۔ پس باوجود اس علم کے یہ محاورہ یا تو بطور مبالغہ بولا جاتا ہے یا بطور تاویل کے کہ یہ اپنے زمانہ کے آخری محقق اور آخری محدث ہیں۔ ورنہ اگر اس قسم کی تاویل نہ کی جائے تو یہ کلام لغو اور مہمل بلکہ صریح کذب ہوگا۔ خلاصہ کلام یہ کہ یہ کلام اس ظلوم وجہول اور نادان انسان کا ہے جس کو یہ خبر بھی نہیں کہ کل کون محدث اور مفسر اور کون فاسق وفاجر پیدا ہوگا۔ اس نے اپنے زعم اور اپنے خیال کی بناء پر اگر کسی کو خاتم المحدثین اور خاتم المفسرین کہہ

٭ اپنے علم کے مطابق استعمال کرتا ہے اس لئے اسی قسم کے الفاظ کو ٭

دیا تو کیا خداوند علام الغیوب کہ جس کے علم محیط سے کوئی ذرّہ باہر نہیں اس کے کلام حقیقت التیام کو بھی اسی بندۂ ظلوم و جہول کے ظنی اور تخمینی اور مبالغہ آمیز کلام پر قیاس کیا جائے گا۔ حاشا و کلّا ہرگز نہیں۔ اس علیم و خبیر نے جس کے لئے خاتم النبیّین کا لفظ ارشاد فرمایا ہے، وہ یقیناً حقیقت پر محمول ہوگا۔ خداوند علاّم کے کلام کو کسی طرح مجاز اور شاعرانہ مبالغہ پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ بلا ضرورت حقیقت کو چھوڑ کر مجاز کو اختیار کرنا باجماع علماء اصول و عربیّت ناجائز ہے۔ علاوہ ازیں جب آیات اور روایات اور اقوال صحابہ و تابعین اور تمام مفسّرین اور محدّثین کی تصریحات سے یہ ثابت ہوگیا کہ خاتم النبیّین کے معنی آخری نبی کے ہیں تو اب اس کے بعد کسی کو لب کشائی کا منصب ہی باقی نہیں رہتا۔ عجیب بات ہے کہ جس ذاتؐ بابرکات پر خاتم النبیّین کی آیت نازل ہوئی اس کے بیان کردہ معنی تو معتبر نہ ہوں اور مرزائی صاحبان کے اُلٹے سیدھے بیان کردہ معنی معتبر ہو جائیں۔ اور اگر بالفرض والتقدیر خاتم النبیّین سے یہی عرفی اور مجازی اور تاویلی معنی مراد لئے جائیں تو پھر آپ کی خصوصیت ہی کیا ہوئی؟ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السّلام کو بھی اس عرفی معنی کے اعتبار سے خاتم النبیّین کہہ سکتے ہیں۔

حدیثِ عبّاسؓ کا مطلب

رہا حدیثِ عبّاس کا مطلب؟ سو وہاں بھی خاتم بمعنی آخر ہی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ فتح مکّہ سے پہلے، ہجرت فرض تھی۔ فتح مکّہ کے بعد ہجرت فرض نہ رہی تھی جیسا کہ بخاری کی حدیث میں ہے لا ھجرۃ بعد الفتح حضرت عباسؓ نے فتح مکّہ سے کچھ ہی قبل

ہجرت فرمائی۔ جیسا کہ اصابہ میں ہے :-

ھاجر قبل الفتح بقلیل وشھد الفتح۔	حضرت عباس نے فتح مکہ سے کچھ ہی پہلے ہجرت فرمائی اور فتح مکہ میں حاضر ہوئے۔

(اصابہ صفحہ ۶۶۸ ج ۳)

اس لئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس کا صدمہ اور غم تھا کہ میں ہجرت میں سابقین اوّلین میں سے نہ ہوا اور سابقیت کی فضیلت مجھ کو حاصل نہ ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تسلّی کے لئے ارشاد فرمایا کہ اگر سابقیّت کی فضیلت مجھ کو حاصل نہ ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان کی تسلّی کے لئے ارشاد فرمایا کہ اگر سابقیت کی فضیلت فوت ہو گئی تو خاتمیّت کی فضیلت تو حاصل ہو گئی جس طرح سابقیت فضیلت کی وجہ ہے اسی طرح خاتمیّت بھی فضیلت کی وجہ ہے اور فرمایا کہ تم خاتم المہاجرین ہو۔ جس طرح میں خاتم النبیّین ہوں۔ دونوں جگہ خاتم کے معنی آخری کے ہیں۔ حضرت عباس رضؓ آخری مہاجر تھے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم آخری نبی تھے۔

وہم ششم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ آپ یہ فرماتی ہیں قولوا خاتم النبیّین ولا تقولوا لا نبی بعدہ یعنی آپؐ کو خاتم النبیّین کہو مگر یہ نہ کہو کہ "لا نبی بعدہ" کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آسکتا ہے۔ نبوّت ابھی ختم نہیں ہوئی۔

ازالہ | حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ ارشاد بتمامہٖ مجمع البحار کے تکملہ میں مذکور

ہے۔ مرزائی جماعت نے اس کو ناتمام نقل کیا ہے۔ ہم اس کو بعینہ اور بتمامہ نقل کرتے ہیں وہو ہٰذا۔

وفی حدیث عیسیٰ	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے
انه یقتل الخنزیر	کہ حضرت عیسیٰؑ نزول کے بعد خنزیر کو
ویکسر الصلیب و	قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور
یزید فی الحلال ای	اپنے نفس کی حلال چیزوں میں اضافہ
یزید فی حلال نفسه	کریں گے یعنی نکاح کریں گے اور آپ
بان یتزوج* قبل رفعه	کی اولاد ہوگی کیونکہ حضرت عیسیٰؑ نے
الی السماء فزاد بعد	آسمان پر اٹھائے جانے سے پہلے نکاح
الهبوط فی الحلال	نہیں فرمایا تھا۔ آسمان سے اترنے کے
فحینئذ یؤمن کل	بعد نکاح فرمائیں گے (جو لوازم بشریت
احد من اهل الکتٰب	سے ہے) پس اس حال کو دیکھ کر ہر شخص
یتیقن بانه بشر و	اہلِ کتاب میں سے اُن کی نبوت پر ایمان
عن عائشة قولوا انه	لے آئے گا اور اس بات کا یقین کرے گا
خاتم الانبیاء ولا	کہ عیسیٰ علیہ السلام بلاشبہ ایک بشر ہیں
تقولوا لا نبی بعده	خدا نہیں جیسا کہ نصاریٰ اب تک سمجھتے
وهذا ناظر الی نزول	ہے! اور عائشہ صدیقہؓ سے جو یہ منقول
عیسیٰ وهذا ایضاً	ہے کہ وہ فرماتی تھیں کہ آپ کو خاتم النبیین
لا ینافی حدیث لا نبی	کہو اور یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی

* ویولد لهٗ وکان لم یتزوج *

بعدی لا نبی اراد
لا نبی ینسخ شرعه

(تکملہ مجمع البحار)

(ص۸۵)

آنے والا نہیں، ان کا یہ ارشاد حضرت عیسیٰؑ کے نزول کو پیش نظر رکھ کر تھا اور حضرت عیسیٰ کا دوبارہ دنیا میں آنا حدیث لا نبی بعدی کے منافی نہیں کیونکہ حضرت عیسیٰؑ نزول کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شریعت کے تبع ہوں گے اور لا نبی بعدی کی مراد یہ ہے کہ کوئی ایسا نبی نہ آئے گا جو آپ کی شریعت کا ناسخ ہو۔ (انتہیٰ)۔

اب اس عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ مطلب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہیں اور آپؐ کے بعد کسی قسم کے نبی کا آنا جائز سمجھتی ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ کلمہ لا نبی بعدی کے ظاہری عموم سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ آپؐ کے بعد اگلا اور پچھلا اور نیا اور پرانا کوئی نبی نہیں آئے گا۔ حالانکہ احادیث صحیحہ اور صریحہ اور متواترہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول قطعاً ثابت ہے۔ اس لئے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو یہ خیال ہوا کہ مبادا عوام اس ظاہری عموم کی وجہ سے حدیث لا نبی بعدی کو نزول عیسیٰ بن مریم کے منافی اور معارض نہ سمجھ جائیں اس لئے احتیاطاً اس موہم لفظ کے استعمال سے منع فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے محض عوام کو ابہام سے بچانے کے لئے لا نبی بعدی کہنے سے منع فرمایا۔ اور اسی قسم کا قول حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

عن الشعبي قال رجل	شعبی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے
عند المغيرة بن شعبة	حضرت مغیرہؓ کے سامنے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ
صلى الله على محمد خاتم	رحمت نازل کرے محمدؐ پر جو کہ خاتم
الأنبياء لا نبي بعده -	الانبیاء ہیں اور اُن کے بعد کوئی نبی نہیں
فقال المغيرة بن شعبة	حضرت مغیرہ نے فرمایا خاتم الانبیاء کہہ
حسبك اذا قلت خاتم	دینا کافی ہے یعنی لا نبی بعدہ کہنے کی
الأنبياء فانا كنا نحدث	ضرورت نہیں کیونکہ ہم کو یہ حدیث پہنچی
ان عيسى عليه السلام	ہے کہ عیسٰی علیہ السّلام پھر تشریف لائیں
خارج فان هو خرج فقد	گے۔ پس جب وہ آئیں گے تو ایک اُن
كان قبله وبعده -	کا آنا حضور نبی اللہ علیہ وسلم سے پہلے
(تفسیر درمنثور	ہوا اور ایک آنا حضورؐ کے بعد ہو
صـ ۲۰۴ ج ۵)	گا۔

پس جس طرح حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ ختمِ نبوّت کے قائل ہیں مگر محض عقیدۂ نزول عیسٰی بن مریم کی حفاظت کے لئے لا نبی بعدی کہنے سے منع فرمایا اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ختمِ نبوّت کے عقیدہ کو تو خاتم النبیّین کے لفظ سے ظاہر فرمایا اور اس موہم لفظ کے استعمال سے منع فرمایا کہ جس لفظ سے عیسٰی علیہ السّلام کے نزول کے خلاف کا ابہام ہوتا تھا اور حاشا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کی نبوّت کو جائز کہتی ہیں۔ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ لا نبی بعدی کا لفظ احادیثِ مشہورہ سے ثابت ہے اور خود حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ

رضی اللہ عنہا سے یہ روایت ہے :-

عن عائشۃ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ قال لا یبقی بعدہ من النبوۃ الا المبشرات قالوا یارسول اللّٰہ وما المبشرات قالوا یارسول اللّٰہ وما المبشرات قال الرؤیا الصالحۃ یراھا المسلم او تری لہ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا کہ میرے بعد نبوت کے اجزاء میں سے سوائے مبشرات کے کوئی جزء باقی نہیں رہے گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ مبشّرات کیا چیز ہیں ؟ آپؐ نے فرمایا اچھا خواب جس کو مسلمان خود دیکھے یا کوئی دوسرا اس کے لئے دیکھے۔

(کذا فی الکنز بروایۃ احمد و الخطیب)

پس جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کرتی ہیں کہ نبوّت ختم ہوگئی تو یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے لانبی بعدہ کہنے سے اس لئے منع فرمایا کہ وہ آپؐ کے بعد نبوّت کو جاری سمجھتی تھیں۔ نیز لانبی بعدہ کا بعینہٖ وہی مطلب ہے جو خاتم النبیّین کا ہے یا ختتام نبوّت پر دونوں لفظ یکساں طور پر دلالت کرتے ہیں معلوم ہُوا کہ ممانعت کی یہ وجہ نہیں بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ لفظ لانبی بعدہ میں عموم کی وجہ سے بظاہر عوام کیلئے ایہام کا اندیشہ تھا کہ کوئی غلط فہمی سے حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے نزول کا انکار نہ

کر دے اس لئے عقیدۂ عوام کی حفاظت کے لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے یہ فرمایا کہ فقط لفظ خاتم النبیین پر اکتفا کرو کیونکہ یہ لفظ اختتام نبوّت و رسالت کے بیان کرنے کیلئے کافی اور شافی ہے اور آپؐ کی افضلیّت اور سیادت کو بھی ظاہر کرتا ہے اور لا نبی بعدی کا لفظ مت استعمال کرو جس میں عیسٰی علیہ السّلام کے نزول کے خلاف کا ایہام ہوتا ہو۔ اور لوگوں کے دل میں یہ وسوسہ گزرے کہ یہ حدیث دوسری حدیث کے معارض ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ اگر ختمِ نبوّت کی منکر ہوتیں تو خاتم النبیّین کہنے کا کیوں حکم دیتیں کہ جو صراحۃً ختمِ نبوّت پر دلالت کرتا ہے۔

عجیب بات ہے کہ مرزائی صاحبان کے نزدیک ایک مجہول الاسناد اثر تو معتبر ہو جائے اور صحیح اور صریح روایتوں کا دفتر کا دفتر معتبر نہ ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ جو لفظ ان کی خواہش کے مطابق کہیں سے مل جائے وہ تو قبول* نہیں اَفَکُلَّمَا جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰی اَنْفُسُکُمُ اسْتَکْبَرْتُمْ۔

مرزائی مفسّر کی شہادت

مرزا محمد علی لاہوری اپنے ترجمۃ القرآن ص۱۵۱۶ جلد ۳ پر لکھتے ہیں:

"اور ایک قول حضرت عائشہؓ کا پیش کیا جاتا ہے جس کی سند کوئی نہیں۔ قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ خاتم النبیّن کہو اور یہ یہ نہ کہو کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں اور اس کا یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ صدّیقہ رضؓ کے نزدیک خاتم النبیین کے معنے کچھ اور تھے اور کاش وہ معنی بھی کہیں مذکور ہوتے۔ حضرت عائشہ رضؓ کے اپنے قول میں ہوتے۔ کسی صحابی کے قول میں

* مشتبہ اثر اور جو آیت اور حدیث خواہ کتنی صریح اور واضح کیوں نہ ہو وہ قبول نہ۔ منہ

ہوتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ہوتے مگر وہ معنے در بطن قائل ہیں اور اس قدر حدیثوں کی شہادت جن میں خاتم النبیین کے معنی لا نبی بعدی کئے گئے ہیں ایک بے سند قول پر پس پشت پھینکی جاتی ہیں۔ یہ غرض پرستی ہے خدا پرستی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیس حدیثوں کی شہادت ایک بے سند قول کے سامنے رد کی جاتی ہے۔ اگر اس قول کو صحیح مانا جائے تو کیوں اس کے معنے یہ نہ کئے جائیں کہ حضرت عائشہ رضہ کا مطلب یہ تھا کہ دونوں باتیں اکٹھی کہنے کی ضرورت نہیں خاتم النبیین کافی ہے جیسا کہ مغیرہ بن شعبہ کا قول ہے کہ ایک شخص نے آپ کے سامنے کہا خاتم الانبیاء لا نبی بعدہ تو آپ نے فرمایا خاتم الانبیاء تجھے کہنا بس ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کا مطلب ہو کہ جب اصل الفاظ خاتم النبیین واضح ہیں تو وہی استعمال کرو یعنی الفاظ قرآنی کو الفاظِ حدیث پر ترجیح دو۔ اس سے یہ کہاں نکلا کہ آپ الفاظِ حدیث کو صحیح نہ سمجھتی تھیں اور اتنی حدیثوں کے مقابل اگر ایک حدیث ہوتی تو وہ بھی قابلِ قبول نہ ہوتی چہ جائیکہ صحابی کا قول ہو جو شرعاً حجت نہیں انتہیٰ۔

وہم ہفتم

شیخ محی الدین بن عربی اور بعض بزرگوں کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کے بعد مطلقاً نبوت مرتفع نہیں ہوئی بلکہ تشریعی نبوت مرتفع ہوئی اور حدیث نبوی لا نبی بعدی کا یہ مطلب ہے کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہ ہوگا کہ جو آپ کی شریعت کے خلاف ہو بلکہ آپ ہی کی شریعت کے ماتحت ہوگا

ازالہ شیخ محی الدّین بن عربی اور کل اولیاء اور عارفین اور تمام صوفیائے کرام اس پر متفق ہیں کہ نبوّت ختم ہوگئی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم خاتم الانبیاء اور آخری نبی ہیں اور جو شخص آپؐ کے بعد نبوّت کا دعوے کرے وہ کافر اور مرتد اور واجب القتل ہے۔ نبوّت بالکلیہ منقطع ہوگئی آپؐ کے بعد کسی قسم کی کوئی نبوّت باقی نہیں رہی البتہ نبوّت کے کچھ اجزاء اور کچھ کمالات امّت کے افراد میں باقی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کی کوئی قسم باقی نہیں کہ جس کے ملنے سے کسی کو نبی کہا جا سکے۔ البتّہ نبوّت کے کچھ اجزاء اور کچھ خصائل اور کچھ شمائل باقی ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

ذھبت النبوۃ وبقیت المبشّرات۔	نبوّت تو جاتی رہی اور بشارت دینے والے خواب باقی رہ گئے۔

حدیث میں ہے کہ رویائے صالحہ نبوّت کا چالیسواں جزء ہے اور کمالات نبوّت کے ساتھ متصف ہونا اتصاف بالنبوۃ کو مستلزم نہیں۔ جس طرح سر انسان کا جزء ہے مگر سر کو انسان نہیں کہہ سکتے اسی طرح رویائے صالحہ نبوّت کا جزء ہے مگر اس کو نبوّت نہیں کہہ سکتے اور سچا خواب دیکھنے والے کو نبی نہیں کہہ سکتے اور حضرات صوفیہ کا یہ کلام عین شریعت کے مطابق ہے اور کوئی عالم علماء شریعت میں سے اس کا منکر نہیں۔

جاننا چاہیے کہ یہاں آیات اور احادیث میں دو مضمون آئے ہیں۔ ایک مضمون تو یہ ہے کہ یہ عہدہ ہی ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا گیا۔ قیامت تک عہدۂ نبوّت کسی کو نہیں دیا جائے گا۔ دُوسرا مضمون یہ ہے کہ نبی امّی فداہ نفسی ابی وامّی

اشخاص انبیاء کے خاتم ہیں۔ پیغمبروں کے جس قدر افراد دنیا میں آتے تھے وہ آ چکے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلہ کے آخری فرد ہیں۔ پہلے مضمون کو حدیث میں اس عنوان سے بیان کیا گیا۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یایھا الناس انہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات رواہ البخاری فی کتاب التعبیر	حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! نبوت میں سے صرف مبشرات (بشارت دینے والے خواب) باقی رہ گئے ہیں بخاری نے کتاب التعبیر میں روایت کیا ہے۔

اور دوسری حدیث میں ہے ذھبت النّبوّۃ وبقیۃ المبشرات۔

اس قسم کی احادیث عہدۂ نبوّت کے ارتفاع اور انقطاع کے بیان کیلئے آئی ہیں۔ اور دوسرا مضمون کہ نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم سلسلۂ نبوّت کے افراد اور اشخاص کے خاتم ہیں اس کو قرآنِ کریم نے خاتم النبیین کے عنوان سے اور حدیث نے خاتم الانبیاء اور آخر الانبیاء اور لانبی بعدی کے عنوان سے بیان کیا ہے اور یہ دوسرا مضمون پہلے مضمون کے منافی تو کیا ہوتا بلکہ غایت درجہ مؤید اور مستلزم ہے۔

شیخ محی الدین بن عربی کی یہی مراد ہے کہ نبوّت ختم ہوگئی اور نبوّت کے کچھ اجزاء اور کمالات اور مبشرات باقی ہیں۔ چنانچہ شیخ فتوحات میں فرماتے ہیں:۔

فاخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الرؤيا جزء من اجزاء النبوة فقد بقي للناس في النبوة هذا وغيره ومع هذا لا يطلق اسم النبوة ولا النبي الا على المشرع خاصة فحجر هذا الاسم لخصوص وصف معين في النبوة ۔

(فتوحات ص۴۹۵ ج ۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتلا دیا کہ سچا خواب نبوۃ کا ایک جزء ہے لوگوں کے لئے نبوّت میں اس قسم کے اجزاء باقی رہ گئے ہیں۔ مگر باوجود اس کے لفظ نبوّت اور لفظ نبی کا اطلاق سوائے مشرّع کے (یعنی جو خدا کی طرف سے احکام شرعیّہ لے کر آئے) اور کسی پر نہیں ہو سکتا اس نام کی بندش نبوّت میں کسی خاص صفت کی بناء پر کر دی گئی ہے۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

فما تطلق النبوة الا لمن اتصف بالمجموع فذلك النبي وتلك النبوة التي حجزت علينا وانقطعت فان جملتها التشريع بالوحي الملكي وذلك لا يكون الا للنبي خاصة ۔

(فتوحات ص۵۶۹ جلد ۲)

نبوّت کا اطلاق جب ہی ہو سکتا ہے کہ جب نبوّت کے تمام اجزاء کے ساتھ علی وجہ الکمال والتمام موصوف ہو۔ پس ایسا ہی نبی اور ایسی ہی نبوت جو تمام اجزاء کو جامع اور حاوی ہو ہم پر (یعنی اولیاء پر) بند کر دی گئی اور منقطع ہو گئی۔ اس لئے کہ منجملہ اجزاء نبوت تشریع احکام ہے کہ جو فرشتہ کی وحی

سے ہو اور یہ امر نبی کے ساتھ مخصوص
ہے کسی اور کے لئے نہیں ہو سکتا۔

شیخ ایک اور مقام پہ فرماتے ہیں کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ واذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ۔	جب کسریٰ شاہِ فارس ہلاک ہو جائے گا تو پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔ اور جب قیصر شاہِ روم ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔

پس جس طرح قیصر و کسریٰ کے مرجانے کے بعد قیصر و کسریٰ کا نام ختم ہوا مگر ملک فارس اور روم موجود رہا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت اور نبی کا نام اٹھ گیا مگر نبوّت اور اُس کے اجزاء مُسلمانوں میں باقی رہے یعنی قرآن و حدیث اور کمالاتِ نبوّت۔

شیخ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ نبوّت ختم ہو گئی البتہ اس کے کچھ اجزاء اور کمالات اور مبشّرات باقی ہیں (جیسا کہ ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات سے صاف ظاہر ہے) اور نبی اور نبوّت کا اطلاق اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ نبوّت کے تمام اجزاء (جن میں تشریع احکام بوحی ملکی بھی داخل ہے) علیٰ وجہ الکمال والتمام متحقق نہ ہوں اور تشریع احکام بوحی ملکی نبی اور مقامِ نبوّت کے لئے لازم ہے بغیر تشریع کے نبوّت متحقق نہیں ہو سکتی۔ نبوّت کا اصل دار و مدار تشریع پہ ہے۔ جب تشریع نہ ہو تو نبوّت بھی نہیں۔ معلوم ہُوا کہ شیخ کے نزدیک غیر تشریعی

نبوّت تبوّت ہی نہیں بلکہ وہ اجزاءِ نبوّت ہیں جن کو اصطلاح صوفیہ میں ولایت کہا جاتا ہے۔ لہٰذا شیخ اکبرؒ کی طرف یہ نسبت کرنا کہ وہ غیر تشریعی نبوّت کی بقاء کے قائل ہیں بالکل غلط ہے۔ ان کے نزدیک تشریع نبوّت کا جزء لاینفک ہے بغیر تشریع کے ان کے نزدیک نبوّت ہی متحقق نہیں ہو سکتی نہ یہ کہ نبوّت تو ہے مگر تشریعی ہے اور جو اجزاء نبوّت کے باقی ہیں نہ وہ نبوّت ہیں اور نہ ان کی بناء پر نبوّت اور نبی کا اطلاق جائز ہے اور اگر بالفرض یہ معنی تسلیم بھی کر لیئے جائیں تو عجیب نہیں کہ شیخ اکبر کا نبوّت غیر تشریعی کی بقاء سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی طرف اشارہ ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ نزول کے بعد بھی نبی ہوں گے مگر وہ تشریعی نبی نہ ہوں گے یعنی اپنی سابقہ شریعت پر عامل نہ ہوں گے بلکہ شریعتِ محمدیہ کے تابع اور ماتحت ہوں گے۔

علاوہ ازیں جب صدہا نصوص اور احادیثِ نبویہ اور آثارِ صحابہ اور تابعین اور کل علماءِ شریعت و طریقت کی تصریحات سے یہ معلوم ہو گیا کہ ختمِ نبوت امّتِ محمدیہ کا اجماعی عقیدہ ہے اور خود شیخ اکبر کی بیشمار تصریحات نصوص اور فتوحات وغیرہ میں موجود ہیں کہ نبوّت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی اور آپؐ آخری نبی ہیں تو پھر ان تصریحات کے بعد شیخ کی مجمل اور مبہم عبارات کو پیش کرنا اور ختمِ نبوّت کے بارے میں شیخ کی صریح عبارات کو نظر انداز کر دینا اور نصوصِ شریعت اور اجماعِ امّت کے خلاف راہ نکالنا کون سا دین اور عقل ہے۔

نبوّت و رسالت کا انقطاع اور اختتام اور کمالات نبوّت کا بقاء اور دوام اور حضرات صوفیہ کا کلام معرفت التیام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہرگز در بیش و کم نمے باید زد — از حد بیرون قدم نمے باید زد
عالم ہمہ مرأت جمال ازلی است — مے باید دید و دم نمے باید زد

کل ما فی الکون وھم او خیال
او عکوس فی المرایا او ظلال

موجود حقیقی صرف ایک واجب جل مجدہ کی ذات بابرکات ہے اور باقی سب معدوم ـ سوائے باری تعالےٰ کے کسی کا وجود حقیقی نہیں ـ سب کا وجود مجازی اور موہوم ہے ـ حقیقی وجود کی تو کسی ممکن نے خوشبو بھی نہیں سونگھی اور سونگھ بھی نہیں سکتے ـ جس طرح زمین اپنی اصل ذات کے اعتبار سے مظلم اور تاریک ہے اور جو روشنی ہے وہ آفتاب کا ایک عکس اور پرتو ہے اسی طرح سارا جہان اپنی اصل حقیقت کے لحاظ سے نورِ وجود سے بالکل محروم اور عاری ہے ـ عدم اور فنا کے سوا اس عالم کی کوئی

حقیقت نہیں۔ کما قال تعالیٰ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ وقال تعالیٰ كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ عدم اور فناء کو ممکن کی عین حقیقت امر یا ذاتیات سے قرار دو کسی صورت میں عدم ممکن سے جدا نہیں ہو سکتا ہر ممکن کو عدم کا ایک آئینہ سمجھو کہ جس میں واجب الوجود کے وجود ازلی اور صفاتِ کمالیہ منعکس ہو رہی ہیں۔ نور السمٰوٰت والارض نے اپنے جمال جہاں آراء اور نور وجود کو کسی آئینے میں دیکھنے کا ارادہ فرمایا اس لئے اپنے بے چون وچگون وجہ کو اس آئینہء عدم کی طرف متوجہ فرمایا۔ ہر عدم نے اپنی اپنی استعداد اور فطرت کے مناسب اس کے وجود ازلی اور صفاتِ کمال کے عکس کو قبول کیا جس عدم پر وجود واجب کا عکس پڑتا رہا وہ موجود کہلانے لگا جس کے وجود کی حقیقت عکس اور پرتو سے زائد نہیں۔ جیسا کہ کسی نے خوب کہا ہے ؎

کل ما فی الکون وھم او خیال

او عکوس فی المرایا او ظلال

ابتدائے آفرینش سے اسی طرح سلسلہ جاری رہا کہ وجود ازلی اور صفاتِ قدیمہ کا عکس ممکنات کے عدمات پر وقتاً فوقتاً اور متفرقاً پڑتا رہا۔ یہاں تک کہ حق جل شانہ نے اس خلاصۂ موجودات اور خلاصۂ عالم یعنی انسان کو احسن تقویم میں پیدا فرمایا تاکہ صفاتِ الٰہیہ کا مجموعۃ اور مظہر اور تجلّی گاہ بن سکے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

خلق اللہ آدم علی صورتہٖ۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔

پس خلیفہ ساخت صاحب سینہ
تا بود شاہیش را آئینہ

امام ربانی شیخ مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی خلافت کے لئے اس لئے خاص فرمایا کہ آدمی ایک جامع نسخہ ہے جو کمالات تمام موجودات میں متفرقاً ہیں، وہ تنہا انسان میں مجتمعاً موجود ہیں۔ علوی اور سفلی، ارضی اور سماوی، روحانی اور حیوانی تمام کائنات کے نمونے اس میں موجود ہیں۔ انسان عالم امکان کا تو حقیقتہً خلاصہ اور اجمال ہے، مگر مرتبہ وجوب سے بطریق صورت (یعنی عکس) اس کو حصہ ملا ہے یعنی واجب جل شانہٗ کی صفات واجبہ کا مظہر اور تجلی گاہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:۔

ان اللہ خلق آدم علی صورتہ۔　　　تحقیق اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔

مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنی ذات اور صفات میں بے چون وچگون ہے اور روح آدم کو اپنی شان بے چونی وبے چگونی کی ایک تصویر اور نمونہ بنایا۔ اور کسی کا خلیفہ وہی ہو سکتا ہے جو اس کی صورت پر ہو اور چونکہ روح کو بے چون وچگون کی صورت پر پیدا کیا اس لئے حقیقی بے چون وچگون کی گنجائش اس میں ہو سکی۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے:۔

لا یسعنی ارضی ولا سمائی　　　اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجھ کو نہ میری زمین
ولکن یسعنی قلب عبد المؤمن　　　سما سکتی ہے اور نہ میرا آسمان لیکن
　　　میرے مومن بندہ کا دل مجھ کو سما سکتا

ہے۔ یعنی میرے عکس اور تجلی کو

برداشت کر سکتا ہے۔

قلب مومن کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ بے چونی اور چگونی کی صورت پر مومن ہی کا قلب رہتا ہے۔ بخلاف کافر کے کہ اس کا قلب چونی اور چندی میں گرفتار ہو کر وحوش اور بہائم کے ساتھ ملحق ہو جاتا ہے۔ کما قال تعالیٰ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔ وقال تعالیٰ۔ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ الآیۃ کذا فی المکتوبات ص۳۹ ج۱۔

امام غزالیؒ اپنے رسالہ (المفنون بہ علی غیر اہلہ) میں فرماتے ہیں کہ حق تعالےٰ کا کوئی مثل نہیں لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ لیکن اس کے لئے مثال ضرور ہے۔ کما قال تعالےٰ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا یہ ارشاد خلق اللہ آدم علی صورتہ۔ اس سے مقصود حق جل و علا کی مثال بیان کرنا ہے نہ کہ مثل۔ یعنی انسان حق تعالیٰ شانہ کی حیات اور علم اور قدرت اور سمع اور بصر اور ارادہ اور تکلّم کی ایک مثال ہے اور انسان حق سُبحانہ کی ان صفاتِ سبعہ کا ایک عجیب نمونہ ہے کہ یہ تمام صفات انسان کے چہرہ سے بیک وقت نمایاں ہیں۔ انسان اگر ان صفات کے ساتھ متصف نہ ہوتا تو حق تعالیٰ کا ان صفات کے ساتھ متصف ہونا کیسے سمجھتا انتہیٰ کلامہٗ۔

مثال سے مقصود محض تعلیم و تفہیم ہوتی ہے اس لئے بارگاہ خداوندی میں مثال دینے کی اجازت دی گئی ورنہ اس کی ذات اس سے بھی پاک اور منزہ ہے۔

اے برون از وہم و قال و قیل من   خاک بر فرق من و تمثیل من!

رحم فرما بر قصور فہمہا   اے وراءِ عقلہا و وہمہا

آمدم بر سرِ مطلب

پس جس طرح خداوند ذوالجلال کی صفاتِ کمال کا انعکاس ممکنات اور کائنات پر ہوتا ہے۔ اسی طرح کمالاتِ نبوّت کا انعکاس قلوبِ امم پہ اپنی اپنی استعداد کے موافق ہوتا ہے۔ جس طرح آئینہ اور پتھر اپنی اپنی قابلیّت اور ذاتی استعداد کے موافق٭ آفتابِ نبوّت کی شعاؤں کا عکس قبول کرتے ہیں۔

جس ذاتِ بابرکات کو حق جل شانہٗ اپنی نبوّت و رسالت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ وہ ذات اُن صفاتِ کمال کا معدن اور منبع ہوتی ہے کہ جو ذات ممکن کے لئے ممکن ہیں۔ نبی کی ذات صدیقیت محدّثیت اور تفہیم الٰہی اور امامت اور حکمت اور علم لدنی اور معرفت اور تزکیہ اور ہدایت اور تائید بروح القدس اور خلافت اور ہدی صالح اور سمت حسن اور دلِّ صالحہ اور تمام اخلاق فاضلہ کی جامع ہوتی ہے۔ نبی کی ذات ان تمام کمالات کے ساتھ بالذات متصف ہوتی ہے اور باقی تمام اُمّت اسی آفتاب کے انعکاس سے ان صفات سے بقدر اپنی استعداد کے بالعرض منوّر اور روشن ہوتی ہے۔ ہر شخص اپنی اپنی مناسبت اور استعداد اور قابلیّت کے موافق آفتاب کے انوار و تجلیات کا عکس قبول کرتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قلب پر آپؐ کی شان صدیقیت کا عکس پڑا تو صدیق ہو گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قلب پر شان تحدیث اور مکالمۂ خداوندی کا عکس پڑا تو مُحدَّث اور مُلہَم ہو گئے۔ آپ کی شان امانت کا پرتو ابو عبیدہؓ پر پڑا تو امین الامت کہلائے۔ عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ اور

٭ آفتاب کی روشنی قبول کرتے ہیں اسی طرح امتی بھی اپنی استعداد کے موافق٭

عبداللہ بن عمر اور زید بن ثابت اور معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہم) پر آپؐ کی شانِ تعلیم الکتاب والحکمۃ کا عکس پڑا تو فقہاء امت کہلائے۔ ابو ذر غفاریؓ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان زہد اور استغناء عن الدنیا کا عکس پڑا تو زاہدِ امت کہلائے۔ غرض یہ کہ ہر شخص نے اپنی اپنی فطرت اور طبیعت کے مناسب کمالات نبوّت کے انعکاس کو قبول کیا اور اس رنگ میں رنگا گیا۔

خلاصہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کمالات صوریہ اور معنویہ اور احوالِ ظاہری اور باطنی دونوں کی جامع تھی۔ احوالِ باطنی کہ جس میں من جانب اللہ حقائق اور معارف کا انکشاف ہوتا ہے۔ لسانِ شریعت میں اس کو ولایت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور احکامِ ظاہری کہ جس میں حلال وحرام کے احکام امّت کو تبلائے جاتے ہیں۔ ان احکام کے مجموعہ کا نام شریعت ہے اور ظاہر ہے کہ ولایت کا تعلّق صرف اپنی ذات سے ہوتا ہے اور شریعت کا تعلّق دوسروں سے ہوتا ہے۔ اس لئے احکامِ شریعت دوسروں پر حجّت ہیں نہ کہ احکامِ ولایت۔ ولایت حجّت لازمہ ہے بشرطیکہ قواعد شریعت کے خلاف نہ ہو۔ اور شریعت حجّت ملزمہ ہے۔ جس سے دوسروں پر الزام اور حجّت قائم ہوتی ہے۔ نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ ولایت اور شریعت دونوں نبوّت ورسالت کے دو شعبے ہیں۔ اس لئے شیخ اکبر نے شعبۂ ولایت کو غیر تشریعی نبوّت کے عنوان سے اور شعبۂ شریعت کو تشریعی نبوّت کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ اولیاء اُمّت پر نبوّت کے شعبۂ ولایت کا انعکاس ہُوا جس کو شیخ اکبر نبوّت غیر تشریعی کے نام سے موسوم کرتے ہیں، جس سے علمِ لدنی کے چشمے ان حضرات کے قلوب صافیہ میں جاری ہو گئے اور قلوب کے امراض اور ان کے اسباب

وعلامات اور ان کی تشخیصات اور معالجات ان پر منکشف ہوئے اور اسی گروہ نے احوال باطنی کی محافظت کی اور علم الاحسان یعنی علم التصوّف کو مدوّن کیا۔

اور فقہاء اور مجتہدین کے قلوب پر نبوّت کے شعبۂ شریعت کا عکس پڑا (جس کو شیخ اکبر نبوّت تشریعی کے نام سے موسوم کرتے ہیں) جس سے ان حضرات کی بصیرت اور عقل اور فراست ایسی روشن اور منوّر ہوگئی کہ دن ہی میں ستارے نظر آنے لگے اور ثریٰ سے ثریا تک ان کی دور بین نگاہیں پہنچنے لگیں۔ کتاب اور سنّت کی عمق اور گہرائیوں میں جو علم کے یواقیت اور جواہر مستور تھے۔ غوطہ لگا کر نکال لائے۔ اس طبقہ نے آپؐ کی شریعت کی محافظت اور نگرانی کی اور علم احکام اور علم فقہ کو مدوّن کیا اور احکام شریعت کے حقائق اور دقائق اور لطائف و معارف کے بیان میں تحقیق و تدقیق کے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گئے جن کو دیکھ کر عقل یہ کہتی ہے۔

اگر یک سرِ موئے برتر پرم !

فروغِ تجلّی بسوزد پرم !

جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی خداوندی سے امّت کو حلال وحرام کی تلقین فرمائی۔ اسی طرح ائمہ اجتہاد نے آپؐ کی شریعت کو سامنے رکھ کر غیر منصوص مسائل میں اجتہاد فرمایا اور احکام حلال و حرام مستنبط فرمائے۔ اور عوام کو ان پر عمل کرنے کا حکم دیا۔ حضراتِ فقہاء کا اجتہاد اور استنباط تشریع انبیاء کا ایک عکس اور پرتو ہے۔ حضرات انبیاء کی تشریع قطعی اور یقینی ہے اور مجتہدین کی تشریع جو بصورت استنباط ظنی ہے۔ انبیاء کی تشریع مستقل ہے اور مجتہدین کی تشریع انبیاء کرام کے بتلائے ہوئے علوم میں اجتہاد کر سکتے ہیں خود بخود ایزاد نہیں کر سکتے۔ تشریع

انبیاء میں نسخ ہے اور تشریع مجتہدین میں رجوع عن الاجتہاد ہے۔ اور چونکہ نبوّت میں شریعت اور تشریع غالب ہوتی ہے اور ولایت مغلوب۔ اس لئے حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل اور حدیث العلماء ورثۃ الانبیاء میں علماء کی تخصیص فرمائی اور اسی وجہ سے علماء قیامت کے دن انبیاء و رسل کی صف میں ہوں گے اور ہر نبی کے ساتھ اس کی امت کا ایک دو عالم یا زیادہ اس کے یمین و یسار میں کھڑا ہوگا اور جس طرح انبیاء اپنی اپنی امتوں پر شہید ہوں گے اسی طرح اس امت کے علماء تمام امم پر شہید ہوں گے۔

یہ تمام مضمون الیواقیت والجواہر ص۸۷ ج ۲ سے ماخوذ ہے حضرات اہلِ علم اصل سے مراجعت فرما سکتے ہیں۔

الحاصل حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں نبوّت کے دو شعبے ہیں۔ ایک تشریعی شعبہ اور ایک غیر تشریعی شعبہ۔ غیر تشریعی شعبہ کا عکس قلوبِ اولیاء پر پڑا جس کا ظہور الہام اور انکشافِ معارف اور صدور کرامات و خوارق عادات کی شکل میں ہوا اور نبوّت کے تشریعی شعبہ کا انعکاس قلوبِ مجتہدین پر برنگِ اجتہاد ہوا اور یہ اجتہاد حاشا وکلّا ثم حاشا وکلّا شریعت اور تشریع نہیں بلکہ تشریع نبوی کا ایک ادنیٰ سا عکس اور پرتو اور معمولی سا ظِل اور سایہ ہے۔

پس جس طرح کمالاتِ الٰہیہ اور صفاتِ خداوندی کے انعکاس سے کوئی کسی قسم کا الٰہ اور خدا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح کمالات نبوّت کے انعکاس سے کوئی کسی قسم کا ہرگز ہرگز نبی نہیں ہو سکتا۔ تمام اولیاء اور عارفین اس پر متفق ہیں کہ نبوّت ختم ہو گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور اولیاء اللہ اور

عارفین نبوّت کے غیر تشریعی شعبہ کے محض عکس اور پرتوہ ہیں۔ نبی نہیں اور فقہاء اور مجتہدین نبوّت کے تشریعی شعبہ کے محض عکس اور پرتوہ ہیں۔ نبی نہیں اور دُنیا میں کوئی ولی اور صوفی اس کا قائل نہیں کہ اولیاء غیر تشریعی نبی ہیں اور فقہاء اور مجتہدین تشریعی نبی ہیں اگر علماء امّت کا نبی ہونا ممکن ہوتا تو عُلماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل میں کاف تشبیہ داخل کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اس لئے کہ مشبّہ اور مشبّہ بہ مغائر ہوتے ہیں۔ اگر علماء امّت کو نبوّت مل سکتی تو کانبیاء بنی اسرائیل نہ فرماتے بلکہ جس طرح بنی اسرائیل کو وجعل فیکم انبیاء سے خطاب کیا گیا۔ اسی طرح اس امّت کو بھی کہا جاتا۔ اور حدیث میں ہے من صلی خلف عالم تقی فکانما صلی خلف نبی جس نے متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھی اس نے گویا کہ نبی کے پیچھے نماز پڑھی۔ اس حدیث میں لفظ کانما بھی اختتام نبوّت کی مشیر ہے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

دلیل دوم

قال تعالیٰ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

اس آیت شریفہ میں حق جل شانہ نے ایک خاص انعام کا ذکر فرمایا ہے وہ یہ کہ " آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو ہر طرح سے کامل اور مکمّل کر دیا " قیامت تک کے لئے معاش اور معاد کی تمام ضرورتوں کے لئے ایک مکمّل

دستور العمل عطا فرمایا کہ جو حکمتِ علمیہ اور عملیہ اور سیاستِ ملکیہ اور مدنیہ اور عقائد و اعمال اور احکام حرام و حلال کا جامع ہے۔ کوئی حکمت ایسی نہیں چھوڑی کہ جس کو صراحۃً یا اشارۃً بیان نہ کر دیا ہو۔ جو علوم اور معارف ادیانِ سابقہ میں تھے۔ ان سب کا عطر اور لبّ لباب اس دینِ متین میں لے لیا گیا۔ جس چیز کا صراحۃً بیان کرنا مناسب تھا* اس کو اشارۃً بیان کر دیا۔ غرض یہ کہ کوئی شے ایسی نہیں چھوڑی کہ ضرورت اور حاجت ہو۔ اور اس کو بیان نہ کر دیا گیا ہو۔ لہٰذا اب اس میں نہ کسی اضافہ اور ترمیم کی گنجائش ہے اور نہ کمی اور زیادتی ہو سکتی ہے۔ اسی لئے آپ کا دین تمام ادیان سے بہتر ہوا اور تمام ادیان کا ناسخ ہوا۔ اور تمام ادیان دینِ اسلام سے منسوخ ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ یہ دین آخری دین ہے اور یہ امت آخری امت ہے اور یہ نبی آخری نبیؐ ہیں اس لئے کہ ناسخ وہی ہو گا کہ جو آخر ہو گا اور اس اکمال دین سے "میں نے تم پر اپنا انعام اور احسان پورا کر دیا" کہ تم کو ایسا کامل اور مکمل دین عطا کیا کہ جو کسی کو نہیں عطا کیا۔ اور اسی دینِ اسلام کو ہمیشہ کے لئے تمہارا دین بننے کے لئے پسند کیا۔ یعنی قیامت تک دینِ اسلام ہی کا دور دورہ رہے گا۔ اب اس کے بعد کوئی دوسرا دین نہیں آئے گا جو اس دین کو منسوخ کرے۔
پس تم کو چاہئیے کہ اس نعمت کا شکر ادا کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کامل دین پر استقامت نصیب فرمائے اور تمہارا جینا اور مرنا اور قبر سے اٹھنا اسی دین پر ہو۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

ھذہ اکبر نعم اللہ تعالیٰ

حق تعالیٰ شانہ کی اس امت پر یہ سب

* اس کو صراحۃً بیان کر دیا اور جس کو اشارۃً بیان کرنا۔

علیٰ هذه الامة حیث اکمل	سے بڑی نعمت ہے کہ اس امت کو
تعالیٰ لهم دینهم فلا یحتاجون	مکمل دین عطا فرمایا کہ جس کے بعد نہ
الیٰ دین غیره ولا الیٰ نبی	ان کو کسی دین کی حاجت ہے اور نہ
غیر نبیهم صلوات وسلامه	کسی نبی کی ضرورت ہے اسی وجہ سے
علیه ولهٰذا جعله الله خاتم	اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
الانبیاء وبعثه الی الانس و	وسلم کو خاتم الانبیاء بنایا اور تمام جن
الجن۔ (تفسیر ابن کثیر ص۲۹ ج۲)	وانس کی طرف مبعوث کیا۔

پس اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آئے تو وہ کیا بتلائے گا ضرورت تو اب کوئی باقی نہیں۔ بفرضِ محال اگر وہ نبی ہوگا تو یقیناً بے ضرورت اور فالتو ہوگا اور ادنیٰ عقل والا جانتا ہے کہ فالتو اور بے کار آدمی کہ جس کی کسی کو ضرورت نہ ہو، وہ کبھی نبی نہیں ہو سکتا۔

یہ آیت شریف جس میں اس نعمت عظیم یعنی اکمال دین کا ذکر فرمایا ہے۔ سنہ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے موقعہ پر عرفہ کے دن یوم جمعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عصر کے وقت نازل ہوئی جس وقت کہ میدان عرفات میں چالیس ہزار قدسیوں کا مبارک اور رشک ملائک مجمع آپؐ کی ناقۂ مبارک کے ارد گرد تھا۔ اسی مجمع میں جو آپؐ نے خطبہ دیا اس کے متعلق حدیث میں ہے:۔

عن ابی امامة قال قال	حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے
رسول الله صلی الله علیه	مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فی خطبة یوم حجة	وسلم نے اپنے حجۃ الوداع کے خطبہ میں

الوداع ایھا الناس لا نبی	یہ ارشاد فرمایا۔ اے لوگو! میرے
بعدی ولا امۃ بعدکم	بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد
فاعبدوا ربکم وصلوا	کوئی امّت نہیں۔ پس اب وقت
خمسکم وصوموا شھرکم	کو غنیمت سمجھو اور اپنے پروردگار
وادوا زکوۃ اموالکم	کی عبادت اور بندگی میں لگے رہو۔
طیبۃ بھا انفسکم و	اور پانچ وقت کی نماز پڑھتے رہو اور
اطیعوا ولاۃ امرکم	خوش دلی سے اپنے مالوں کی زکوٰۃ
تدخلوا جنۃ ربکم۔	دیتے رہو اور اپنے امراء اور خلفاء
کذا فی منتخب الکنز بر	کی اطاعت کرتے رہو۔ اگر ایسا کرتے
حاشیہ مسند امام احمد	رہے تو انشاء اللہ تم اپنے پروردگار کی
بن حنبلؒ ص ۳۹۱ ج ۲۔	جنّت میں داخل ہو جاؤ گے۔

جس زمان اور مکان میں اکمالِ دین کی آیت نازل ہوئی اسی زمان اور مکان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خطبہ دیا جس میں یہ اعلان فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں کیونکہ دین مکمل ہو گیا اس لئے اب نئے نبی کی ضرورت نہیں اور جب کوئی نبی نہیں تو امّت کہاں سے ہو؟ یہ خطبہ درحقیقت اکمال دین کی آیت کی تفسیر اور شرح ہے تاکہ صراحۃً اور بداہۃً معلوم ہو جائے کہ اکمال دین کے اعلان سے ختمِ نبوت کا اعلان مقصود ہے۔

دلیل سوم

قال تعالیٰ :- وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ

جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے اُن سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ بلا شبہ ہم تم کو زمین کا خلیفہ اور حاکم بنائیں گے جیسا کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل کو بنایا تھا۔

اس آیت میں حق تعالیٰ شانہ نے امتِ محمدیہ پر ایک خاص انعام کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ انعام نبوّت کی خلافت اور نیابت کا ہے جس کا ظہور خلفاءِ راشدین سے ہُوا۔ اور خلافت کے معنی نیابت اور قائم مقامی کے ہیں۔ پس اس آیت میں امّت سے نبوّت کا وعدہ نہیں بلکہ نبوّت کی خلافت اور نیابت کا وعدہ ہے۔ یہ کسی آیت اور حدیث میں نہیں کہ ہم کسی کو نبوّت عطا کریں گے۔ حالانکہ اس آیت میں اس کے ذکر کا موقعہ تھا کیونکہ حق تعالیٰ شانہ اپنا انعام اور احسان بیان فرماتے ہیں اگر آئندہ کسی کو نبوّت دینی ہوتی تو بجائے خلافت اور حکومت کے نبوّت و رسالت کا وعدہ فرماتے۔ معلوم ہوا کہ نبوّت ختم ہو چکی صرف خلافت باقی ہے۔

اب ہم اس بارے میں چند احادیث نقل کرتے ہیں جس سے یہ امر ان شاء اللہ بخوبی واضح ہو جائے گا۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی — حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے

صلی اللہ علیہ وسلم قال	مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
کانت بنو اسرائیل تسوسہم	وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی سیاست
الانبیاء کلما ھلک نبی	اور انتظام خود ان کے انبیاء کیا کرتے
خلفہٗ نبی وانہ لانبی	تھے۔ جب کسی نبی کا انتقال ہو جاتا
بعدی وسیکون خلفاء	تو دوسرا نبی اس کے قائم مقام ہو جاتا
فیکثرون قالوا فما	اور البتہ تحقیق میرے بعد کوئی نبی نہیں
تأمرنا قال فُوا ببیعۃ	البتہ خلفاء اور امراء ہوں گے۔ جو
الاول فالاول اعطوھم	مسلمانوں کی سیاست اور انتظام
حقھم فان اللہ	کرینگے اور بہت ہونگے۔ صحابہؓ نے عرض
سائلھم عما استرعاھم	کیا کہ اس وقت ہمارے لئے کیا حکم ہے؟
متفق علیہ - رواہ	یعنی جب خلفاء بہت ہوں تو اس
البخاری فی کتاب	وقت ہم کو کیا کرنا چاہیے۔ آپؐ نے
الانبیاء ومسلم فی	ارشاد فرمایا کہ جس سے پہلے بیعت
کتاب الامارۃ -	کر چکے ہو اسکی بیعت کو پورا کرو اور

ان کا حق اطاعت اور فرمانبرداری ادا کرو۔ اور اگر خلفاء تمہارا حق رعایت نہ ادا کریں تو تم ان کی اطاعت میں کوتاہی نہ کرنا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ خود ان سے حق رعیت کے متعلق سوال کرے گا۔ (بخاری ومسلم)

اس حدیث سے صاف طور پر واضح ہو گیا کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہ ہو گا۔ البتہ خلفاء اور امراء ہوں گے۔ اور یہ سب کو معلوم ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل کی شریعت مستقل

نہ تھی بلکہ شریعتِ موسویہ اور حکم توریت کے تابع تھی۔ لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ جس طرح بنی اسرائیل میں غیر مستقل اور غیر تشریعی نبی آتے رہے اس امت میں آپؐ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ البتہ خلفاء ہوں گے۔ پہلی امتوں میں سیاست اور انتظام اور اصلاح کے لئے نبوت تھی اور اس امتِ مرحومہ میں سیاست و اصلاح کے لئے نبوت کے قائم مقام خلافت ہو گی۔ نبوت ختم ہو چکی ہے، اصلاح اور سیاست کے لئے خلافت باقی رہے گی۔

وعن ابی مالك الاشعری قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله تعالٰی بدأ هذا الامر نبوة ورحمة وكائنا خلافة ورحمة وكائنا ملكا عضوضا وكائنا عتوا و جبرية وفسادا فی الامة۔ (رواه الطبرانی فی الكبير كذا فی كنز العمال ص۲۹ ج۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس امر کو نبوت اور رحمت بنا کر شروع فرمایا۔ پھر بعد چندے نبوت تو نہ رہے گی۔ صرف خلافت اور رحمت رہ جائے گی اور پھر کاٹ کھانے والی سلطنت اور پھر تکبر اور تجبر اور امت میں فساد ہوگا۔ (طبرانی)

وعن ابن عباسؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لی النبوة ولكم الخلافة۔ (رواه ابن عساكر كذا فی الكنز ص۱۸ ج۶)

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے لئے نبوت ہے، اور تمہارے لئے خلافت ہے۔ (ابنِ عساکر)

حق جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ	اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي	اور اس کے رسول کی اور اولی الامر کی
الْأَمْرِ مِنْكُمْ -	یعنی علماء اور خلفاء کی -

اس آیت میں تین چیزوں کا حکم دیا :-

۱- اطاعتِ خداوندی -

۲- اطاعتِ رسول -

۳- اطاعتِ اولی الامر -

اور اولی الامر کے متعلق یہ ارشاد فرمایا :-

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي	پس اگر تم میں اور اولی الامر میں کوئی اختلاف
شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ	اور نزاع پیش آجائے تو اللہ اور اس کے
وَالرَّسُولِ -	رسول کی طرف رجوع کرنا یعنی کتاب و سنت
(الآیۃ)	کی طرف رجوع کرنا -

اور حدیث میں اولی الامر کے متعلق یہ ارشاد فرمایا :-

السمع والطاعۃ حق	علماء اور امراء کی بات سننا اور اُن کی
مالم یؤمر بمعصیۃ	اطاعت حق اور واجب ہے جبتک
فاذا امر بمعصیۃ	معصیت کا امر نہ کریں اور جب معصیت
فلا سمع ولا طاعۃ -	کا امر کریں اور حکم دیں تو پھر ان کی بات کا
	سننا اور اطاعت کرنا جائز نہیں -

معلوم ہوا کہ آپؐ کے بعد جن کی اطاعت واجب ہوگی وہ اولی الامر ہوں گے۔ نبی نہ ہوں گے کیونکہ نبی سے نزاع اور اختلاف جائز نہیں بلکہ کفر ہے نبی کی تو بے چون و چرا اطاعت فرض ہے۔ کما قال تعالیٰ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ۔

نیز حدیثِ مذکور سے معلوم ہوا کہ اولی الامر اگر معصیت کا حکم دیں تو سمع اور طاعت جائز نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ معصیت کا حکم وہی شخص دے سکتا ہے جو نبی نہ ہو۔ یہ ناممکن ہے کہ نبی اور رسول ہو اور پھر اللہ کی معصیت کا حکم دے۔ نیز اختلاف اور نزاع کے وقت اللہ اور اس کے رسول یعنی قرآن اور حدیث کی طرف رجوع کا حکم دیا گیا۔ یہ امر قابلِ غور ہے کہ نزاع تو پیش آئے گا زمانۂ آئندہ میں مگر حکم یہ ہے کہ گزشتہ رسول اور اس پر نازل شدہ کتاب اور اس کی شریعت کی طرف رجوع کرو۔ آئندہ نبی اور اس کی شریعت اور وحی کی طرف رجوع کا حکم نہیں۔ معلوم ہوا کہ آپ کے بعد کوئی صاحبِ وحی نہیں کہ اس کی طرف رجوع کیا جائے۔ آئندہ زمانے میں جو بھی نزاع پیش آئے۔ اسی قرآن و حدیث کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ نیز احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کی اقتداء اور خلفاء راشدین کی سنت کے اتباع کا حکم دیا۔ کسی ایک ایک حدیث میں یہ نہیں فرمایا کہ میرے بعد آنے والے نبی کا اتباع کرنا۔ معلوم ہوا کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

دلیل چہارم

قال الله عزّوجلّ:- وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّيْنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ o فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ o

اور اس وقت کو یاد کرو کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے عہد او رمیثاق لیا کہ قسم ہے میری ذات کی کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور حکمت دوں اور پھر اخیر میں تمہارے پاس ایسا عظیم الشان رسول آئے جو تمہاری کتاب اور حکمت کی تصدیق کرے (یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔ پھر اس عہد کے بعد فرمایا کہ کیا تم نے اس کا اقرار کیا اور میرے اس پختہ عہد کو قبول کیا؟ سب بولے ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا کہ اچھا اپنے اس اقرار پر گواہ بھی رہو تاکہ جب اقرار کے ساتھ شہادت بھی جمع ہو جائے تو انکار نہ کر سکو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ایک گواہ ہوں اور خوب سمجھ لو کہ اس عہد کے بعد جو اس عہد سے رُوگردانی کرے گا تو ایسے ہی لوگ حکم عدولی کرنے والے ہوتے ہیں۔

اس آیت شریفہ میں اس عہد اور میثاق کا ذکر ہے جو حق تعالیٰ نے عالم ارواح

میں تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں لیا وہ یہ کہ محمد رسول اللہ جو تمہارے سب کے بعد آئیں گے۔ اگر تم میں سے کوئی اُن کا زمانہ پائے تو ضرور ان پر ایمان لانا اور ضرور اُن کی مدد کرنا اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد تمام انبیاء کے بعد ہوگی۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ کا تمام انبیاء کو مخاطب بنا کر یہ فرمانا ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ (تمہارے سب کے بعد ایک رسول آئے گا) اس بات پر صراحۃً دلالت کرتا ہے کہ اس رسول کی آمد تمام انبیاء کے بعد ہو گی اور یہ رسول آخری نبی اور آخری رسول ہوگا۔

وعن قتادة انه اخذ الله	حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی
ميثاقهم بتصديق بعضهم	ہے کہ حق تعالیٰ نے تمام انبیاء سے اس
بعضا والاعلان بان محمدا	بات کا عہد لیا کہ ایک دوسرے کی تصدیق
رسول الله واعلان	کریں اور اپنے اپنے زمانے میں اس کا اعلان
رسول الله بان لا نبي	کریں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول
بعده۔	ہیں اور آپ اس کا اعلان کریں کہ آپ
(كذا في الدر المنثور)	کے بعد کوئی نبی نہیں۔ (در منثور)

دلیل پنجم

قال الله عزوجل وَإِذْ يَرْفَعُ	اور یاد کر جب اٹھاتے تھے ابراہیم
إِبْرٰهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ	(علیہ السلام) بنیادیں خانہ کعبہ کی اور

إِسْمٰعِيْلُ ط رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ط
إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○
رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ
لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً
مُّسْلِمَةً لَّكَ ص وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا
وَتُبْ عَلَيْنَا ج إِنَّكَ أَنْتَ
التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○ رَبَّنَا
وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا
مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ
اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ
الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ
يُزَكِّيْهِمْ ط إِنَّكَ أَنْتَ
الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○

اسمٰعیل (علیہ السلام) اور دُعا کرتے تھے
اے پروردگار ہمارے قبول کر ہم سے بیشک
تو ہی ہے سننے والا جاننے والا۔ اے
پروردگار ہمارے اور کر ہم کو فرمانبردار اپنا
اور ہماری اولاد میں بھی کر ایک جماعت
فرمانبردار اپنی اور بتلا ہم کو قاعدے حج کرنے
کے۔ اور ہم کو معاف کر۔ بیشک تو ہی ہے
توبہ قبول کرنے والا مہربان۔ اے پروردگار
ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہی
میں کا کہ پڑھے اُن پر تیری آیتیں اور
سکھلاوے ان کو کتاب اور تہ کی باتیں
اور پاک کرے انکو۔ بیشک تو ہی ہے بہت
زبردست بڑی حکمت والا۔

ان آیات میں حق جل شانہ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی دعاؤں کا ذکر فرمایا ہے۔ ان میں سے ایک اُمّتِ مُسلمہ کے ظہور کی ہے۔ جس کی مصداق یہ امّت محمّدیہ ہے جو آخری امّت ہے اور دُوسری دُعا سرورِ دو عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ظہور سراپا سرور کی ہے۔

وعن ابی العالیۃ فی قولہ
تعالیٰ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ

ابو العالیہ سے مروی ہے کہ جب حضرت
ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی۔ ربنا

رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یعنی امۃ	والبعث فیہم الخ تو اللہ کی جانب سے یہ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم	ارشاد ہوا کہ تمہاری دعا قبول ہوئی۔
فقیل لہ قد استجیب لک	یہ امتِ مسلمہ اور یہ پیغمبر آخری زمانہ میں
ھو کائن فی آخر الزمان	ہوگا ایسا ہی سدی اور قتادہ سے
وکذا قال السدی وقتادۃ۔	مروی ہے۔
(تفسیر ابن کثیر ص۱۳۳ ج ۱)	(تفسیر ابن کثیر)

ھو کائن فی آخر الزمان سے خاتم النبیین ہونا مراد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ

انا دعوۃ ابی ابراھیم۔	یعنی میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں۔

اسی طرف مشیر ہے۔ امام شعبی فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کے صحیفہ میں لکھا ہوا ہے

انہ کائن من ولدک	تیری اولاد میں بہت قبائل اور گروہ
شعوب حتی یأتی النبی	ہوں گے یہاں تک وہ نبی امی ظاہر
الامی الذی یکون خاتم	ہو کہ جو خاتم الانبیاء ہوگا۔
الانبیاء۔	

(کذا فی الطبقات لابن سعد ص۱۰ ج ۱ وخصائص کبری للحافظ السیوطی ص۹ ج ۱)

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعاء میں یہ فرمایا:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ	یعنی اے اللہ اس امتِ مسلمہ میں
رَسُوْلًا۔	ایک عظیم الشان رسول بھیج۔

اور یہ نہیں فرمایا:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا۔ یعنی اے اللہ ان میں بہت سے نبی اور رسول بھیج۔

معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم صرف ایک رسول کے مبعوث ہونے کی دعا فرماتے تھے کہ جس کے آنے کے بعد کسی نبی اور کسی رسول کی حاجت نہ ہے۔ یاد رہے کہ اس امتِ مسلمہ کے ظہور کی دعاء اور اس امت کا نام یعنی اسلام اور مسلمان بھی حضرت ابراہیم ہی نے تجویز فرمایا۔ کما قال تعالیٰ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَٰذَا ۔ اور اس امتِ مرحومہ کے لئے نبی آخر الزمان کے ظہور اور بعثت کی دعاء بھی حضرت ابراہیمؑ نے کی جو بارگاہِ خداوندی میں قبول ہوئی۔ چونکہ حضرت ابراہیم کی یہ دعاء امتِ محمدیہ پر عظیم الشان احسان ہے۔ اس لئے بمقتضائے هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ۝ امتِ محمدیہ پر لازم قرار دیا گیا کہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ کے بعد كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ پڑھا کریں تاکہ اس احسان کا کچھ حق ادا ہو۔

نیز حضرت ابراہیم نے ایک دعا یہ فرمائی تھی:۔

رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ ۝ وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ ۝

اے میرے رب دے مجھ کو حکم اور ملا مجھ کو نیکوں میں اور رکھ میرا بول سچا پچھلوں میں۔

آخرین سے آخری امت مراد ہے۔ قرآنِ کریم میں جا بجا امتِ محمدیہ کو آخرین سے تعبیر کیا ہے تاکہ اس امت کا آخری امت ہونا معلوم ہو جائے۔ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت ابراہیمؑ کی یہ دعاء بھی قبول فرمائی کہ آخرین یعنی اس آخری

امت میں کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ الخ کے ذریعہ سے قیامت تک آپؐ کا ذکرِ خیر جاری فرمایا۔

دلیل ششم

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ	اللہ تعالیٰ ہی نے اپنے رسول کو ہدایت
بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ	اور دینِ حق دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو
لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ	تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرکین
وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ ۝	کو کتنا ہی ناگوار ہو۔
وقال تعالیٰ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ	وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول سیدھی
رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ	راہ پر اور سچے دین پر تاکہ اوپر
لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ ؕ	رکھے اُس کو ہر دین سے اور کافی ہے
وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۝	اللہ حق ثابت کرنے والا۔
وقال تعالیٰ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ	وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول راہ
رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ	کی سوجھ دے کر اور سچا دین کہ اُس کو
لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْ	اوپر کرے سب دینوں سے اور پڑے
کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ ۝	بُرا مانیں شرک کرنے والے۔

اِن تینوں آیتوں سے یہ امر صاف ظاہر ہے کہ یہ دین تمام ادیان کے بعد آیا ہے اور تمام ملل اور ادیان کے لئے ناسخ بن کر آیا ہے اور یہ دین آخری دین ہے۔

قیامت تک یہی دین رہے گا۔ یہ آیت نبوّت تشریعیہ کے اختتام کی صریح دلیل ہے اور مرزا صاحب کا دعویٰ بھی نبوّت تشریعیہ کا ہے جیسا کہ اُن کی کتابوں سے صاف ظاہر ہے۔

دلیل ہفتم

قال تعالیٰ اَوَلَمْ یَکُنْ لَّھُمْ اٰیَۃً اَنْ یَّعْلَمَہٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ۔

کیا لوگوں کے لئے یہ کھلی ہوئی نشانی نہیں کہ اس کتاب اور اس نبی کو علماء بنی اسرائیل خوب جانتے ہیں کہ یہ وہی کتاب اور یہ وہی پیغمبر ہیں کہ جس کی پہلے سے آسمانی صحیفوں میں خبر دی جا چکی ہے۔ اہلِ علم اور اہل فہم کے لئے صداقت اور حقانیّت کی یہ بہت بڑی دلیل ہے کہ دوسرے مذاہب کے علماء بھی اس کی حقانیت کا اقرار اور اعتراف کریں۔ چنانچہ بعض تو اپنی خصوصی مجلسوں میں اس کا اقرار کرتے تھے مگر دنیاوی مصالح کی بناء پر حق کو قبول نہیں کرتے تھے اور بعضوں نے اعلانیہ اس کا اقرار کیا اور مشرف باسلام ہوئے۔ اس لئے کہ آپؐ کی تشریف آوری کی بشارات اور آپؐ کی صفات اور سمات کتب سماویہ میں مذکور تھیں اور اب بھی باوجود کاٹ تراش کے بہت کچھ باقی ہے۔

کما قال تعالیٰ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ	وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں اس رسول
الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ	کی جو نبی اُمّی ہے کہ جس کو پاتے ہیں
یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی	لکھا ہوئے اپنے پاس توریت اور

التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ ذ	انجیل میں۔
وقال تعالیٰ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ	جن کو ہم نے دی ہے کتاب وہ پہچانتے ہیں
یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ	اُس کو جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں
اَبْنَآءَھُمْ وَاِنَّ فَرِیْقًا	کو اور بیشک ایک فرقہ اُن میں سے
لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَھُمْ	البتہ چھپاتے ہیں حق کو جان کر۔ حق
یَعْلَمُوْنَ ٥ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ	وہی ہے جو تیرا رب کہے۔ پھر تو نہ ہو
فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ٥	شک لانے والا۔

آمدم برسرِ مقصد

اب ہم روایات سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ توریت اور انجیل اور تمام صحفِ سماویہ میں آپؐ کا خاتم النبییّن ہونا لکھا ہوا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بعد تمام علماءِ بنی اسرائیل صرف نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلّم کے منتظر تھے۔

چونکہ توریت اور انجیل محرّف ہو چکی ہے اور ابھی سلسلہ تحریف کا جاری ہے، اس لئے ہم نے اس باب میں زیادہ تر احادیثِ نبویہ اور آثارِ صحابہ و تابعین پر اعتماد کیا ہے۔

مسئلہ ختم نبوت پر توریت اور انجیل اور علماء بنی اسرائیل کی شہادتیں اور بشارتیں

پہلی شہادت

عن الشعبی قال فی صحیفة ابراہیم علیہ الصلوٰة والسلام انہ کائن من ولدک شعوب حتی یأتی النبی الامی الذی یکون خاتم الانبیآء۔ (طبقات ابن سعد ص۱۰۲ ج۱)

امام شعبی فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کے صحیفہ میں ہے کہ اے ابراہیم تیری اولاد میں بہت سے گروہ ہوں گے یہاں تک وہ نبی امی ظاہر ہو کر جو خاتم الانبیاء یعنی آخری نبی ہوگا۔ (طبقات ابن سعد)

دوسری شہادت

عن محمد بن کعب القرظی قال اوحی اللہ الی یعقوب انی ابعث من ذریتك ملوکا و انبیآء حتی ابعث النبی الحرمی

محمدؐ بن کعب قرظی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السّلام پر وحی بھیجی کہ میں تیری اولاد میں سے بہت سے بادشاہ اور بہت سے نبی بھیجوں

الذی تبنی امته هیکل	گا جس کی امت بیت المقدس کا
بیت المقدس وهو خاتم	ہیکل بنائے گی اور وہ نبی خاتم الانبیاء
الانبیاء واسمه احمد۔	ہوگا۔ اور نام اس کا احمد ہوگا۔
(طبقات ابن سعد ص۱۶۳ ج ۱)	(طبقات ابن سعد)

تیسری شہادت

حضرت عائشہ صدیقہ رض روایت کرتی ہیں کہ مکہ میں ایک یہودی رہتا تھا کہ جو تجارتی کاروبار کیا کرتا تھا۔ جس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تولد ہوئے تو وہ یہودی قریش کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا یکایک قریش سے پوچھنے لگا کہ کیا اس رات تم میں کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے؟ قریش نے کہا ہم کو علم نہیں۔ یہودی نے کہا:۔

انظروا یا معشر قریش	اے گروہ قریش! جو کچھ میں کہہ رہا
واحصوا ما اقول لکم ولد	ہوں اسکی تحقیق و تفتیش کرو۔ اس رات
اللیلة نبی هذه الامة	اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے احمدؐ
احمد الآخر به شامة	اُسکا نام ہے آخری نبی ہے مُہر نبوت
بین کتفیه ۔	اُس کے دونوں شانوں کے درمیان ہے۔

لوگ یہ سُن کر مجلس سے اٹھے تلاش کے بعد معلوم ہوا کہ اس رات عبداللہ بن عبدالمطلب کے لڑکا پیدا ہوا ہے۔ یہودی کو آکر خبر دی۔ یہودی نے کہا مجھ کو ابھی لے چلو اور اس مولود کو دکھلاؤ۔ قریش کے لوگ اس کو لے گئے اور جا کر اس مولود کو دکھلایا۔ یہودی نے جب آپؐ کی پشت پر مہر نبوت دیکھی تو بیہوش ہو کر گر پڑا۔

اور بہت حسرت سے کہا کہ اب نبوّت اور کتاب بنی اسرائیل سے چلی گئی اور اہلِ عرب نبوّت سے فائز اور کامیاب ہوئے۔

(طبقات ابن سعد صفحہ ۱۰۱ ج ۱)

چوتھی شہادت

پچیس سال کی عمر میں جب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلّم خدیجۃ الکبریٰ کا مال تجارت لے کر میسرہ غلام کی معیت میں شام گئے اور نسطورا راہب سے ملاقات ہوئی تو نسطورہ راہب نے آپؐ کا حُلیہ مبارک بہت غور سے دیکھا اور دیکھ کر یہ کہا۔

هو هو آخر الانبیاء۔ یہی شخص ہی شخص آخری نبی ہے۔

الی آخر القصّۃ۔ (طبقات ابن سعد صفحہ ۱۰۱ ج ۱)

پانچویں شہادت

عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے زید بن عمرو بن نفیلؓ کو یہ کہتے سُنا کہ مَیں ایک نبی کا منتظر ہوں کہ جو بنی اسمٰعیل اور پھر بنی عبد المطلب میں سے ہوگا مجھے امید نہیں کہ مَیں اس نبی کو پاؤں۔ مَیں اُس نبی پر ایمان رکھتا ہُوں اور اس کی تصدیق کرتا ہُوں اور شہادت دیتا ہوں کہ وہ نبی برحق ہیں۔ اے عامر! اگر تو اس نبی کو پائے تو میرا سلام پہنچانا۔

وساخبرك ما نعته حتى لا اور مَیں تجھ کو اس نبی کے حلیہ سے

يخفى عليك قلت هلم قال هو رجل ليس بالطويل ولا بالقصير ولا بكثير الشعر ولا بقليله وليس تفارق عينيه حمرة وخاتم النبوة بين كتفيه واسمه احمد وهذا البلد مولده ومبعثه ثم يخرجه قومه منها ويكرهون ما جاء به حتى يهاجر الى يثرب فيظهر امره فاياك ان تخدع عنه فاني طفت البلاد كلها اطلب دين ابراهيم فكل من اسأل من اليهود والنصارى والمجوس يقولون هذا الدين وراءك وينعتونه مثل ما نعتته لك ويقولون لَمْ يَبْقَ نَبِيٌّ غَيْرُهُ ـ

ایسی خبر دوں گا کہ تجھ کو کوئی اشتباہ نہ رہیگا۔ میں نے کہا ضرور بتلائیے۔ زید نے کہا نہ وہ طویل القامت ہوں گے نہ قصیر القامت میانہ قد ہوں گے اور بال بھی ان کے زیادہ نہ ہوں گے سرخی ان کی آنکھوں سے جدا نہ ہوگی۔ مہر نبوت دونوں شانوں کے درمیان ہو گی نام ان کا احمد ہوگا۔ اور یہ شہر یعنی مکہ ان کی جائے ولادت اور مقامِ بعثت ہے اور پھر ان کی قوم ان کو مکہ سے نکالے گی اور اس نبی کے دین کو ناپسند کرے گی یہاں تک کہ وہ نبی یثرب یعنی مدینہ کی جانب ہجرت کریگا اور وہاں جاکر اس کو غلبہ حاصل ہوگا۔ پس تو اس نبی کے بارہ میں دھوکا نہ کھانا۔ میں نے دین ابراہیمی کی تلاش میں تمام شہروں کو چھان مارا۔ یہود و نصاریٰ اور مجوس جس سے بھی پوچھا سب نے یہی کہا کہ وہ دین آگے آنے والا ہے۔

(طبقات ابن سعد صفحہ ۱۶۱ ج ۱) اور سب نے اس نبی کے وہی اوصاف بیان کئے جو میں نے تجھ سے بیان کئے اور سب کے سب یہی کہتے تھے کہ اب اس نبی کے سوا کوئی نبی باقی نہیں رہا۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں مشرف با سلام ہوا تو آپؐ کے سامنے زید کا قول نقل کیا اور زید کا سلام پہنچایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کے سلام کا جواب دیا اور اُن کے حق میں دعاءِ رحمت فرمائی اور یہ فرمایا کہ میں نے زید کو جنت میں دامن کھینچتے ہوئے دیکھا۔

چھٹی شہادت

تُبّع شاہِ یمن نے ایک مرتبہ بلادِ عرب کا دورہ کیا۔ جب مدینہ منورہ پر گزر ہُوا تو کسی وجہ سے مدینہ کے باشندوں کے قتل کا حکم دیا۔ دو یہودی عالم بادشاہ کے ہمراہ تھے انھوں نے بادشاہ کو منع کیا اور یہ کہا۔

فانها مهاجر نبي يكون في آخر الزمان۔ یہ شہر اس نبی کا دار الہجرۃ ہے جو اخیر زمانہ میں ہوگا۔

بادشاہ نے اپنا ارادہ ترک کیا اور واپس ہُوا۔ جب مکہ مکرمہ پر گزر ہوا تو خانہ کعبہ کے منہدم کرنے کا ارادہ کیا۔ انھیں دو عالموں نے بادشاہ کو پھر منع کیا اور کہا یہ گھر ابراہیم خلیل اللہ کا بنایا ہوا ہے۔

وانه سيكون له شان عظيم على يدى ذلك اور اس خانہ کعبہ کی آیندہ زمانہ میں ایک عجیب شان ہوگی کہ جو اس نبی

النبی المبعوث فی آخر الزمان۔	کے ہاتھ پر ظاہر ہو گی جو اخیر زمانے میں مبعوث ہو گا۔

بادشاہ نے خانہ کعبہ کا احترام کیا اور اس کا طواف کیا اور غلاف چڑھایا۔ اور یمن کو واپس ہُوا۔ حافظ ابنِ کثیر فرماتے ہیں کہ ابنِ عساکر نے اس قصّہ کو متعدّد طرق کے ساتھ ابی بن کعب اور عبداللہ بن سلام اور عبداللہ بن عبّاس اور کعب احبار اور وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے۔ تفسیر ابنِ کثیر صفحہ ۱۶۴ ج ۹۔

ساتویں شہادت

معجم طبرانی میں جبیر بن مطعم سے مروی ہے کہ میں تجارت کے لئے شام گیا وہاں مجھ کو ایک شخص ملا جو اہل کتاب میں سے تھا۔ مجھ سے کہا کہ کیا تمہارے بلاد میں کوئی نبی ظاہر ہوا ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں۔ اس نے کہا کہ تم اس شخص کی صورت بھی پہچانتے ہو؟ میں نے کہا ہاں پہچانتا ہوں۔ وُہ شخص مجھ کو اپنے گھر لے گیا۔

فساعۃ ما دخلت نظرت	داخل ہوتے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ
الی صورۃ النبی صلی اللہ	وسلم کی تصویر پر نظر پڑی اور ایک آدمی
علیہ وسلم واذا رجل آخذ	کی تصویر دیکھی کہ جو نبی کریمؐ کی ایڑی
بعقب النبی صلی اللہ علیہ	پکڑے ہوئے ہے میں نے پوچھا کہ یہ
وسلم قلت من ھذا الرجل	کون شخص ہے کہ جو آپ کی ایڑی پکڑے
القابض علی عقبہ قال	ہوئے ہے؟ اس نے جواب دیا کہ
انہ لم یکن نبی الا کان	اس سے پیشتر کوئی نبی ایسا نہیں گزرا

بعده نبی الاھذا النبی	کہ اس کے بعد نبی نہ ہوا ہو۔ مگر یہ نبی
فانہ لانبی بعدہ وھذا	کہ اس کے بعد کوئی نبی نہیں اور یہ شخص
الخلیفۃ بعدہ واذا صفۃ	کہ جوان کی ایڑی پکڑے ہوئے ہے۔
ابی بکر رضی اللہ عنہ۔	وہ ان کے بعد خلیفہ ہوگا۔ غور سے
(تفسیر ابن کثیر ص۲۵۱ ج۲)	دیکھا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تصویر تھی۔

آٹھویں شہادت

ہرقل شاہِ روم کے نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ اسلام کا والا نامہ بھیجا جس کا مفصل قصہ صحیحین میں مذکور ہے اور عوام اور خواص میں مشہور ہے۔ اسی قصہ میں ایک روایت یہ ہے کہ ہرقل شاہِ روم نے رات کے وقت صحابہ کے وفد کو بلایا اور ایک سونے کا صندوقچہ نکالا جس پر قفل بھی سونے ہی کا تھا اس صندوقچہ میں بہت سے خانے تھے۔ جن میں ریشمیں پارچوں پر تصویریں تھیں۔ بادشاہ نے وہ تصویریں دکھلائیں اور آخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر دکھلائی۔ ہم نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر ہے۔

فذکر انھا صور الانبیاء وانہ خاتمھم	اس پر بادشاہ نے کہا کہ یہ انبیاء کی
صلی اللہ علیہ وسلم۔	تصویریں ہیں اور یہ آخری تصویر
(فتح الباری ص۸۱ ج۱)	خاتم الانبیاء کی ہے

حافظ عسقلانی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:۔

اعتماد ھرقل فی ذلک کان	ہرقل کا اعتماد آپ کی نبوت کے بارے

علی ما اطلع علیہ من الاسرائیلیات وھی طافحۃ بان النبی الذی یخرج فی آخر الزمان من ولد اسمعیل الخ (فتح الباری ص۱۳۳ ج ۱)

ہیں اسرائیلی روایتوں پر تھا اور تمام اسرائیلی روایتیں اس پر متفق ہیں کہ وہ نبی جو اخیر زمانہ میں ظاہر ہوگا وہ حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد سے ہوگا۔

حدیث ہرقل میں یہ بھی ہے کہ ہرقل نے عظماء روم کو محل میں جمع کرکے یہ خطاب کیا۔

یا معشر الروم ھل لکم فی الفلاح والرشد آخر الابد و ان یثبت لکم ملککم۔ (الحدیث)

اے گروہ روم کیا تم اس کو پسند کرتے ہو کہ تم کو دائمی اور ابدی فلاح اور رشد حاصل ہو جائے اور تمہاری سلطنت باقی رہے۔

حافظ عسقلانی اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:۔

لانہ عرف من الکتب ان لا امۃ بعد ھٰذہ الامۃ ولا دین بعد دینھا وان من دخل فیہ امن علی نفسہ فقال لھم ذلک۔ (فتح الباری ص۱۶۵ ج ۸)

بادشاہ نے یہ بات اس بناء پر کہی کہ بادشاہ کو کتب سابقہ اور صحف سماویہ سے یہ بات بخوبی معلوم ہو چکی تھی کہ اس امت کے بعد کوئی امت نہیں اور اس دین کے بعد کوئی دین نہیں۔ یعنی یہ آخری امت اور آخری دین ہے جو اس دین میں داخل ہوا وہ مامون ہوگیا۔ اس بناء پر ان کو دین محمدی میں داخل ہونے کا مشورہ دیا۔

اور یہی واقعہ نہایت تفصیل کے ساتھ مستدرک حاکم اور دلائل نبوت بیہقی میں مذکور ہے۔ جس کو حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں ذکر کرکے فرماتے ہیں:

واسنادہ لاباس بہ۔ (تفسیر ابن کثیر ص۲۴۹ ج ۲ سورۃ اعراف)

نویں شہادت

سعد بن ثابت سے مروی ہے کہ یہود بنی قریظہ اور یہود بنی نضیر کے علماء نبی کریم علیہ الصلٰوۃ والسلام کے جب صفات بیان کرتے تو یہ کہا کرتے تھے:۔

انہ نبی وانہ لانبی بعدہٗ	بلاشبہ یہ نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی
واسمہ احمد۔	نبی نہیں۔ اور توریت اور انجیل میں
(خصائص کبریٰ للسیوطی ص۳۰ ج۱)	ان کا نام احمد ہے۔

دسویں شہادت

زیاد بن لبید راوی ہیں کہ ہم مدینہ کے ایک ٹیلہ پر تھے کہ یکایک یہ آواز سنائی دی:۔

یا اھل یثرب قد ذھبت	اے اہل یثرب خدا کی قسم بنی اسرائیل
واللہ نبوۃ بنی اسرائیل ھذا نجم	سے نبوت رخصت ہوئی۔ یہ ستارہ
قد طلع بمولد احمد وھو آخر	ہے کہ جو احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت
الانبیاء مھاجرہ الی	کی وجہ سے طلوع ہوا ہے اور وہ نبی
یثرب۔	ہیں اور آخری نبی ہیں ان کا دارِ ہجرت
(خصائص کبریٰ ص۲۷ ج ۱)	یثرب یعنی مدینہ ہوگا۔

(فتلک عشرۃ کاملۃ)

دلیل ہشتم

قال اللہ عزّ وجلّ۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا۔ وقال تعالیٰ۔ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ٥ فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی ٥ مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ٥ اَفَتُمٰرُوْنَہٗ عَلٰی مَا یَرٰی ٥ الآیات

ان آیاتِ مبارکہ میں حق جل شانہٗ نے اجمالاً واقعۂ اسراء اور معراج کو ذکر فرمایا ہے جس سے مقصود حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور سیادت کو ظاہر کرنا ہے کہ فرش سے لے کر عرش تک معراج سوائے سیّد الاوّلین والآخرین اور خاتم الانبیاء والمرسلین کے کسی اور نبی اور رسول کو حاصل نہیں۔ واقعہ کی تفصیل کتب حدیث اور کتب سیر میں مذکور ہے۔ اس وقت ہم واقعہ اسرا کی چند روایتیں ذکر کرنا چاہتے ہیں، جس سے حضور پُر نور صلّی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

پہلی روایت

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم بُراق پر سوار ہو کر جبریل امین کے ہمراہ روانہ ہوئے تو آپ کا ایک جماعت پر گذر ہوا جنھوں نے آپؐ کو ان الفاظ سے سلام کیا۔ السّلام علیك یا اوّل، السّلام علیك یا آخر، السلام علیك یا حاشر۔ جبریلؑ نے کہا کہ ان کے سلام کا جواب دیجئے۔ اور اس کے بعد بتلایا کہ جن لوگوں نے آپ کو سلام کیا تھا یہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور

حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام تھے۔ (رواہ البیہقی فی الدلائل تفسیر ابنِ کثیر صفحہ ج ۶ سورۂ اسراء۔ زرقانی شرح مواہب صفحہ ج ۶)

دوسری روایت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجدِ اقصیٰ پہنچے تو انتظار میں حضرات انبیاءِ کرام علیہم السّلام موجود تھے اور ایک گروہ عظیم فرشتوں کا بھی تھا ایک مؤذن نے اذان دی اور پھر اقامت کہی گئی اور جبریلؑ کے اشارہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاءِ کرام اور ملائکہ کی امامت کرائی۔ جب نماز پوری ہو گئی تو فرشتوں نے جبریلؑ سے پوچھا یہ کون ہیں؟ تو جبریلؑ نے یہ جواب دیا:

هٰذا محمد رسول الله خاتم النبيّين۔ یہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین ہیں۔

فوائد

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام انبیاءِ کرام کی امامت فرمانا یہ آپ کے سیّد الاوّلین والآخرین ہونے کی صریح دلیل ہے بلکہ مقصود ہی امامت سے یہ تھا کہ تمام انبیاء پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادت اور افضلیّت ظاہر ہو۔

۲۔ ختمِ نماز کے بعد فرشتوں کا سوال کرنا اور جبریل امین کا یہ جواب دینا کہ هٰذا محمد رسول الله خاتم النبيين اس سے مقصود یہ تھا کہ حضرات انبیاء کرام و ملائکہ عظام کی محفل نورِ التیام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوّت کا اعلان ہو جائے۔

۳۔ حضرت انبیاء اور ملائکہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کی اور حضورؐ

کے پیچھے نماز پڑھی۔ ظاہر یہی ہے کہ کسی نے آپؐ کے پیچھے کوئی حرف فاتحہ وغیرہ کا نہیں پڑھا۔ سب نے نہایت خاموشی کے ساتھ حضورؐ کی قرأت کو سنا۔ اسی وجہ سے امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ قراءت خلف الامام جائز نہیں بلکہ درحقیقت خلافِ ادب ہے۔

عجب است کہ بوجرت وجو من بماند　　تو بگفتن اندر آئی مارا سخن بماند

تیسری روایت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم ساتویں آسمان پر ابراہیم علیہ السّلام سے ملے تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا:۔

یا بنی انک لاق ربک اللیلة	اے بیٹے آج کی رات تم اپنے پروردگار
وان امتک اٰخر الامم واضعفها	سے ملوگے اور تیری امّت سب سے
فان استطعت ان تکون حاجتک	آخری امّت ہے اور سب سے زیادہ کمزور
کلها او جلها فی امتک فافعل۔	اور ضعیف ہے جہاں تک ممکن ہوا
اخرجه ابن عرفة فی جزئہ و	اپنی امّت کی سہولت کے لئے کوشش
ابو نعیم وابن عساکر۔	کرنا۔

خصائص کبریٰ ص ۱۶۲ ج ا و تفسیر ابن کثیر ص ۲۸ ج ۶ سورۂ اسراء اور عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ حدیث وان امتک، اٰخر الامم تک فتح الباری ص ۱۶۹، ج ۷، میں بھی مذکور ہے۔

چوتھی روایت

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے معراج کی طویل حدیث میں مروی ہے کہ جب حق جل وعلا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قرب اور مکالمہ سے سرفراز فرمایا تو اس میں یہ ارشاد فرمایا۔

وجعلت امتك هم الاولين و الاٰخرين وجعلت من امتك اقواماً قلوبهم اناجيلهم وجعلتك اول النبيين خلقاً وآخرهم بعثاً وجعلتك فاتحا وخاتما۔ خصائص کبریٰ ص۱۷۲ ج ۱۔ وتفسیر ابن کثیر ص ۲ ج ۱، سورہ اسراء۔

اور میں نے تیری امت کو اول امم اور آخر امم بنایا یعنی فضیلت اور مرتبہ کے اعتبار سے اوّل اور ظہور کے اعتبار سے آخری امت اور تیری امت میں ایک قوم ایسی بنائی کہ جن کے دل انجیل ہونگے۔ یعنی حفاظ قرآن اور تم کو نورانی اور روحانی اعتبار سے پہلا نبی اور بعثت کے اعتبار سے آخری نبی بنایا اور تم کو ہی دورۂ نبوت کا فاتح اور خاتم بنایا۔

پانچویں روایت

متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ کے بعد عرش تک پہنچے اور قرب خاص اور مکالمۂ خداوندی سے مشرف ہوئے۔ شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ عرش کائنات کا آخری مقام ہے۔ آخری نبی کو آخری مقام تک سیر کرائی تاکہ ان کا آخری نبی ہونا خوب واضح اور آشکارا ہو جائے۔

دلیل نہم

قال اللہ عزّ وجل عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝

عنقریب تیرا پروردگار تجھ کو مقام محمود پر کھڑا کرے گا۔

احادیث متواترہ اور جمہور اور صحابہ اور تابعین کے اقوال اس پر متفق ہیں کہ مقام محمود سے مقام شفاعت مراد ہے اور احادیث متواترہ سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ قیامت کے دن شفاعت کی درخواست کا سلسلہ حضرت آدم سے شروع ہوگا اور خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم پر منتہی اور مختتم ہوگا۔ شفاعت کی طویل حدیث میں سلمان فارسیؓ سے مروی ہے کہ اولین اور آخرین جب شفاعت کے لئے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو یہ عرض کریں گی۔

انت الذی فتح اللہ بک و	آپ ہی ہیں وہ کہ جن سے اللہ تعالیٰ نے
ختم وغفر لک ما تقدم وما	نبوّت کو شروع کیا اور انہی پر نبوت کو ختم
تاخر۔	کیا اور اگلی پچھلی بھول چوک سب معاف
(رواہ ابن ابی شیبۃ فتح الباری	کی لہٰذا اب آپ ہماری شفاعت کیجئے
صـ ۳۷۸ ج ۱۱)	کیونکہ جب آپ کی لغزشیں سب معاف

ہو چکی ہیں تو پھر شفاعت سے عذر کے لئے کوئی قصور ہی نہیں جس کی بناء پر عذر فرمائیں۔

اور مسند احمد اور ابو یعلیٰ کی روایت میں ہے کہ جب اہل حشر حضرت عیسٰی علیہ السلام کی خدمت میں شفاعت کی درخواست لے کر حاضر ہوں گے تو عیسٰی علیہ السلام جواب میں یہ فرمائیں گے:۔

ان محمدًا رسول اللہ خاتم النبیین	خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قد حضر الیوم قد غفر اللہ ما تقدم	آج تشریف فرما ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی
من ذنبہ وما تاخر (کذا فی البدور السافرہ	اگلی پچھلی لغزشیں سب معاف کر دی ہیں لہٰذا
للحافظ السیوطی ص۶۱)	ان کے پاس جاؤ۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ اہلِ حشر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ کہیں گے۔

یا محمد انت رسول اللہ وخاتم الانبیاء	اے محمدؐ آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم الانبیاء
وغفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک و	ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپکی اگلی اور پچھلی تمام لغزشیں
ما تاخر اشفع لنا الی ربک۔	معاف کی ہیں جب اللہ نے آپکو یہ رتبہ عطا کیا ہے تو
(مسلم ص۱۱۱ ج ۱ وبخاری)	ہمارے لئے شفاعت فرمائیے۔

مقامِ محمود کی وجہ تسمیہ

اس مقام کو مقامِ محمود اسلئے کہتے ہیں کہ اولین اور آخرین سب اس روز آپؐ کی حمد وثنا کریں گے۔ یا وجہ یہ ہے کہ اس روز حضورؐ سجدہ میں گریں گے اور سجدہ میں اللہ تعالیٰ کی عجیب وغریب حمد وثنا کریں گے جسکا اسی وقت منجانب اللہ الہام اور القاء ہوگا اور حکم ہوگا کہ سجدہ سے سر اٹھاؤ جو مانگو گے وہی عطا ہوگا اور وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

ہر اذان کے بعد حضورؐ کیلئے مقامِ محمود کی دعا

احادیث میں ہے کہ ہر اذان کے بعد یہ دعا مانگا کرو وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُودَا نِ الَّذِىْ وَعَدْتَّهٗ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔ اے اللہ تو ہمارے نبی کو مقامِ محمود عطا فرما جس کا تو نے وعدہ

فرمایا ہے یعنی وُہ دن دکھلا جس میں آپؐ کی سیادت اور افضلیت اور آپؐ کی خاتمیت اور ختم نبوت روزِ روشن کی طرح واضح ہو گی اور تمام اوّلین اور آخرین آپؐ کی ختمِ نبوت کا اقرار کرینگے۔ یاد رہے کہ اس وقت اقرار کرنے والوں میں مرزائی اور قادیانی بھی ہونگے مگر اس وقت کا اقرار مفید نجات نہیں اور یہ بھی خیال رہے کہ اگر اس وقت کسی مسلمان کی نظر کسی قادیانی پر پڑ جائے اور اس سے یہ کہے کہ تم آج کس مُنہ سے انت رسول اللہ و خاتم النبیین کہہ کر شفاعت کی درخواست کرتے ہو۔ تم تو ختمِ نبوت کے قائل نہ تھے۔ مرزا صاحب کو ڈھونڈھ لو جو تمہارے نزدیک ہر شان میں تمام انبیاء سے بڑھے ہوئے ہیں تو قادیانی صاحب اس کا جواب سوچ لیں۔

دلیل دہم

قال اللہ عزّ وجلّ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ج

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو محکم اور مضبوط قول پر دنیا کی زندگی میں بھی ثابت اور قائم رکھتا ہے اور آخرت کی زندگی میں بھی۔

احادیث سے ثابت ہے کہ یہ آیت سوالِ قبر کے بارے میں نازل ہوئی یعنی اہلِ ایمان اللہ کی توفیق سے دنیا میں بھی اور قبر میں سوال نکیرین کے وقت بھی کلمۂ حق پر قائم اور ثابت قدم رہتے ہیں۔

وعن تمیم الداریؓ فی حدیث طویل فی سؤال القابر فیقول ای المیت الاسلام دینی ومحمد نبیی وھو خاتم النبیین فیقولان لہ صدقت

تمیم داری رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث ذیل میں مروی ہے کہ مُردہ نکیرین کے جواب میں یہ کہتا ہے کہ اسلام میرا دین ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے

رواہ ابن ابی الدنیا وابویعلی۔ (تفسیر درمنثور ص۱۲۵ ج ۶)

نبی ہیں اور وہ خاتم النبیین ہیں۔ نکیرین کہتے ہیں تونے سچ کہا۔ (ابن ابی الدنیا وابویعلی)

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوّت کا اقرار بھی قولِ ثابت میں داخل ہے۔ لہٰذا اس آیت سے ختمِ نبوّت پر استدلال صحیح ہے۔

فتلك عشرة كاملة

الحمدللہ کہ ختمِ نبوّت کی یہ دس دلیلیں ختم ہوئیں۔ یہ دس دلیلیں فقط دس دلیلیں نہیں۔ بلکہ دلائل کی دس قسمیں ہیں اور ہر قسم کے تحت اس کے افراد اور جزئیات ہیں۔ انواع اور اقسام کے تعین سے انضباط میں سہولت ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس ناچیز نے یہ طریقہ اختیار کیا۔

اب اس رسالہ کو ختم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتا ہوں کہ اس رسالہ کو اہلِ ہدایت کے لئے موجبِ استقامت اور اہل ضلالت کے لئے موجب ہدایت بنائے۔ اور اس آوارہ اور ناکارہ کے حق میں موجبِ شفاعت بنائے۔ آمین ــــ

آمین یارب العٰلمین

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

۲۱ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ

مقام بہاولپور